

جاسوسی دنیا نمبر 19

رقاصہ کا قتل

(مکمل ناول)

پیش رس

”رقصہ کا قتل“ جاسوسی دنیا کا انیسوال شمارہ ہے۔ یہ ناول بھی ابن صفائی کے ان سابقہ ناولوں میں سے ایک ہے، جو اپنی دلچسپ انداز بیان، سشنی خیز واقعات اور تحریر کی بناء پر بے پناہ مقبولیت حاصل کر چکا ہے اور جاسوسی ناولوں میں ایک شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس کی کہانی رام گذھ کی سر بزر اور شاداب پہاڑیوں کے دامن سے ابھرتی ہے اور ابتداء ہی سے پڑھنے والے کی دلچسپی اپنے اندر جذب کر لیتی ہے پھر یہی دلچسپی آگے چل کر حرمت و استحقاب کے باس تک پہنچ جاتی ہے، جہاں پڑھنے والا خود اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔

اس ناول میں سرجنت حمید اور اسپکٹر فریدی کا طریقہ کار بھی بالکل جدا گانہ ہے۔ دونوں آخر وقت تک اپنی اپنی شخصیتوں کو چھپائے رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ مقامی پولیس انہیں بھی مشتبہ لوگوں کی فہرست میں شامل کر لیتی ہے۔ اس موقع پر حمید کی ظرافت کہانی کو اور پر لطف بنا دیتی ہے۔ خاص طور سے اس کی اور پولیس اسپکٹر رام سنگھ کی نوک جھوک بے حد دلچسپ ہے۔

فریدی کا پر وقار کردار اس ناول میں بھی اپنی مخصوص ذہانت کے ساتھ سامنے آتا ہے اور سراغ رسانی کا ایک انوکھا معیار پیش کرتا ہے۔ ابن صفائی کے گذشتہ کارناموں میں یہ ناول جرائم، رومان اور سراغ رسانی کا ایک عجیب و غریب ماحول پیش کرتا ہے۔

”پیشر“

رقصہ کی برهنہ لاش

رام گذھ کی سر بزر شاداب پہاڑیوں کے دامن میں ہیراڈا از ہوٹل کی خوبصورت عمارت کی اگونچی میں جوئے ہوئے ہیرے کے نگ سے کم حسین نہیں معلوم ہوتی۔ عمارت کے چاروں طرف ہرے بھرے میدان ہیں اور پھر وہ میدان بذریع بلند ہوتے ہوئے پہاڑوں کی ٹھلل میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ مغربی گوشے میں ایک جیل ہے جس کے چاروں طرف دیوار کے درخت عشق پیچاں کی بیلوں سے ڈھکے ہوئے توں سمیت پر وقار انداز میں کھڑے ہوئے ہیں۔ موسم بہار میں یہ بیلوں نکھے نکھے سرخ پھولوں سے ڈھک جاتی ہیں اور پھر جیل کے شفاف سینے پر چنگاریاں ہی چنگاریاں نظر آتی ہیں۔ ہوٹل کی طرف سے یہاں ایک جانب ایک پخت گھاٹ بنایا گیا ہے اسی کے متصل ایک کافی طویل و عریض پخت فرش ہے جسے اسکینگ اور ڈائس کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ فرش کے چاروں طرف بے شمار سدا بہار درخت ہیں جن کی چوٹیوں اور بر قی فانوس لگائے گئے ہیں۔ رات میں ان کی بزر روشی سدا بہار درختوں کو ایک نئی زندگی بخش دیتا ہے۔

آج مطلع صبح یہ سے ابر آلو د تھا۔ اس لئے گھاٹ پر کافی رونق تھی۔ کچھ نہار ہے تھے اور کچھ دھوپ نہ ہونے کے باوجود بھی رنگ بر گنگی چھتریوں کے نیچے مختلف حصم کی تفریحات میں مشغول تھے۔ کچھ نو خیز جوڑے پخت فرش پر اسکینگ کر رہے تھے۔ فضائل بے شمار ہلکی، بھاری، بھاری اور سریلی آوازوں کی وجہ سے عجیب سار تعالیٰ پیدا ہو گیا تھا۔

سر جنت حید ایک چھتری کے نیچے بیٹھا پانی میں ابھرتے اور ڈوبتے ہوئے صندلی جسموں کو ٹھنکلی لگائے دیکھ رہا تھا۔ اسی کے قریب ایشیا کا جوان سال اور مشہور ترین سراغ رسال انپکٹر فریدی چت لینا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ دونوں میدان علاقت کی جملساوینے والی گرمی سے نک

اگر رام گذھ آئے تھے۔ خوش ٹھتی سے انہیں پیر ادا نیز ہوٹل میں ایک بڑا کمرہ مل گیا تھا ورنہ آج کل بہاں سے لوگوں کو عموماً یوس لوٹا پڑتا ہے، وجہ یہ ہے کہ اس ہوٹل کے علاوہ بہاں اور کوئی ایسا ہوٹل نہیں ہے جہاں ضروریات زندگی کے ساتھ ہی ساتھ جمالیاتی حسن کی تیکین کے موقع بھی نصیب ہو سکیں! آج کل بھی بہاں سے روزانہ متعدد سیاح ٹکاٹام لوٹ رہے ہیں۔

فریدی جس کی تفریح کا معیار ہی سب سے الگ تھا جن میں جمید کے بے پناہ اصرار کی بنا پر اس ہوٹل میں ٹھہرا تھا۔ بات یہ تھی کہ وہ ان واقعات میں جب کہ سرکاری کاموں سے اسے کوئی سروکار نہ ہوتا تھا صرف مطالعہ کرتا پسند کرتا تھا لہذا وہ اپنے ساتھ کثیر تعداد میں کتابیں لایا تھا اور کچھ بہاں خریدیں جس میں جمید کے رنگیں مشاغل سے اسے قطیٰ دلچسپی نہ تھی لیکن کبھی بھی اس کے اصرار پر اسکیلیں اور ڈافنیں میں حصہ لینا ہی پڑتا تھا۔

جمید نے ایک ہفتہ کے اندر کئی لاکیوں سے جان پچان پیدا کر لی تھی اور ان پر بے تھاش روپیہ برباد کر رہا تھا۔ فریدی نے کئی بار سمجھانے کی کوشش کی لیکن کون سنتا تھا۔ اس وقت وہ بڑی دیر سے ان میں سے کسی لاکی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے نہانے کے لباس پر لبادہ پہن رکھا تھا۔

”تم کب نہاؤ گے۔“ دفعتاً فریدی نے اس سے پوچھا۔

”پرسوں۔“ جمید نے لاپرواں سے کھا اور پاپی میں تمباکو بھرنے لگا۔

”غائب کسی کا انتظار ہو رہا ہے۔“ فریدی سکرا کر بولا۔

”جی..... بہاں..... پھر! آپ سے مطلب۔“

”اوے جمید کے پیچے ادمانگی چولیں پھر ڈھیلی ہوئیں۔“ فریدی کتاب رکھ کر انہوں بیٹھا۔

”لوٹیم۔“ دفعتاً ایک سریلی آواز سنائی دی اور جمید چوک کر پلانا۔ ایک شم عربیاں اینگلو افریقی لڑکی اسے اپنی طرف مخاطب کر رہی تھی۔

”ہلو.....!“ جمید الحستا ہوا بولا۔ ”تم آگئیں! بہت دیر کر دی تم نے۔“

جمید نے اپنالبادہ اتار پھینکا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر جبل میں کو دپڑا۔

فریدی نے اسامنے بنائی کر پھر لیٹ گیا۔ جمید کی انہیں حرکتوں کی بنا پر ہوٹلوں کے رجڑوں میں اپنا صحیح نام دپتے لکھوٹا پسند نہیں کرتا تھا۔ بہاں بھی اس نے اپنانام کیشنا عابد اور جمید کا نام

کیپن سلیم لکھوایا تھا۔

جید دو تین غولے لگانے کے بعد پھر پاہر نکل آیا اس کے ساتھ انگلو اٹھین لڑکی بھی تھی۔
دونوں چھتری کے نیچے آئیں! فریدی بدستور لیٹا رہا۔

”کیپن عابد کو تفریحات سے کوئی دلچسپی نہیں۔“ لڑکی بنس کر بولی۔
فریدی نے کتاب ایک طرف رکھ دی اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔

”کس حتم کی تفریحات چاہتی ہو۔“ اس نے لڑکی سے پوچھا۔ پوچھنے کا انداز کچھ اس حتم کا تھا
کہ لڑکی پوکھلا کر بغلیں جھانکتے گی۔ فریدی کی غیر متحرک آنکھیں اس کے چہرے پر جی ہوئی
تھیں۔

”میں دراصل اس حتم کی تفریحات پسند کرتا ہوں۔“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ اس نے نیچے
جھک کر جید کو گود میں اٹھایا۔

”یہ کیا کرتے ہیں۔“ جید چھل کر بولا۔

”تفریح۔“ فریدی اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے پر سکون لجھ میں بولا اور پھر دو تین قدم
آگے بڑھ کر اس نے جید کو جیل میں اچھال دیا۔ قریب بیٹھے ہوئے لوگ چوک کرائے
گھورنے لگے لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ فریدی انگلو اٹھین لڑکی کی طرف ٹرا جو گھبرا کر
کھڑی ہو گئی تھی۔ اسے فریدی کا پچھہ ہدو رج سخیدہ نظر آ رہا تھا۔

”اور اب تم بتاؤ۔“

”یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔“ جید ہاتھا ہوا بولا جو جیل سے نکل آیا تھا۔

”تفریح۔“

”میں اس حتم کا ناق پسند نہیں کرتا۔“ جید نے جھلا کر کہا۔

”میں تمہاری پسند کی پرواہ کب کرتا ہوں۔“ فریدی خلک لجھ میں بولا۔

لڑکی بغیر کچھ کہے نہ دہاں سے کھک کرنی۔

فریدی اطمینان سے بیٹھ کر سکار لگانے لگا۔

”لوگ آپ کو پاگل سمجھنے لگیں گے۔“ جید تھوڑی دیر بعد لجھ میں بولا۔

”اور میرے لئے یہ ایک حسین ترین اطلاع ہو گی۔“

”آپ نے اس وقت مجھے کافی شرمندہ کیا ہے۔“

”اور اب یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ گے۔“

فریدی نے کہا۔

”آپ مجھے اس طرح ریگستان نہیں بناتے۔“

”مجھے اس کا اعتراف ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جب تم پر

مشق سوار ہوا کرے تو مجھ سے دور ہی رہا کرو۔“

”تو کیا میں اس وقت آپ کے سر پر سوار تھا۔“

”بکومت۔“ فریدی جھنجھلا کر بولا۔ ”مجھے کیا کرتا ہے! جاؤ جہنم میں ننگے ہو کر ناچو نالیوں میں

تک رگڑتے پھر د۔“

فریدی سگار پھینک کر پھر لیٹ گیا۔ حمید جھلا کر کپڑے پہننے لگا۔ چار نجی چکے تھے اور ہوا میں کچھ کچھ خلکی پیدا ہو چکی تھی۔ فریدی نے قرب سے گزرتے ہوئے ایک دیڑ سے چائے لانے کو کہا۔ پھر حمید کی طرف مزکر پوچھا۔

”مہاں بڑے؟“

”کہیں نہیں!“ حمید منہ چڑھا کر بولا۔

”بیخو۔“ فریدی کے لبجھ میں تھنچی تھی۔

”والا یہ اچھی زبردستی۔“

”چپ رہو۔“

حمدید دانت پیتا ہوا بیٹھ گیا۔

” غالباً اس لوٹیا سے معافی مانگنے جا رہے تھے۔“ فریدی نے کہا۔ ”وہ جو ایک گپ دہنکی پر خود

کو بچ دیتی ہے۔ آدمی ہو صاحب زادے! اس طرح اپنا وقار ہاتھ سے نہ جانے دو۔“

”بس آپ ہی وقار کو شہد لگا کر چاٹا کریں۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔ ”میں بے وقار ہی بھلا۔

دوسری بار دنیا میں نہیں آتا ہے۔“

”لیکن اس طرح تم جلد ہی دوسری دنیا میں پہنچ جاؤ گے۔“

”آپ کا نہ حمانہ دیجئے گا میرے جہازے کو۔“

”اچھا بکواس بند! تم نہیں جاسکتے۔“

جمید دوسرا طرف من پھر کر پڑھ گیا۔

شام کی چائے کے لئے بینڈ بجا شروع ہو گیا تھا ایک انگلو اٹرین لاکی سریلی آواز میں ”دی پلگ مس آف دی بلکل وے“ گاری تھی۔ لوگ چھتریوں کے نیچے سے انھ کر پختہ فرش کے کنارے پڑی ہوئی میزوں کے گرد آبیٹھے تھے۔ فریدی نے جمید کا ہاتھ پکڑ کر انھیاں۔ جمید نے انھی جانے میں مصلحت بھی کجھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ پھر دوسروں کے لئے نماق کا موضوع بنے۔ وہ دونوں ایک میز کے گرد آبیٹھے۔ تھوڑی دیر بعد دیٹر چائے لایا۔

”کیا سوچ رہے ہو۔“ فریدی نے جمید کو پھر چھپڑا۔

”کیا اب سوچنے پر بھی پابندی لگائی جائے گی۔“ جمید جھنجھلا کر بولا۔

فریدی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک سب انپکٹر پولیس دوکانشیلوں اور ایک دیٹر کے ساتھ ان کی میز کے قریب آ کر رک گیا۔

”کیپشن عابد اور کیپشن سلیم۔“ سب انپکٹر دونوں کو گھورتا ہوا آہستہ سے بولا۔

فریدی نے داہنی بھوں چڑھا کر پہر وقار انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

”کہئے۔“

”آپ لوگ کرہ نمبر چالیس میں مقیم ہیں تا۔“

”ہاں.... آس۔“ فریدی جیب میں ہاتھ ذوال کر سگار کیس ٹھوٹا ہوا بولا۔

”کرہ نمبر اکتا لیس میں کون ہے؟“ سب انپکٹر نے پوچھا۔

”ہوٹل کار جنر ملاحظہ فرمائیے۔“ فریدی نے کہا اور سگار سلاکا نے لگا۔

”میرا مطلب یہ ہے کہ آپ ان لوگوں سے واقف ہیں۔“ سب انپکٹر نے کہا۔

”ہاں کیوں نہیں۔“ جمید جلدی سے بولا۔ ”ایک مس پر دین ہے اشارہ انگک پارٹی کی مغہیہ

اور دوسرا طرفی کی رقصہ دیا دتی۔“

”آپ انہیں کب سے جانتے ہیں؟“

”آپ کا مطلب کیا ہے۔“ فریدی سگار کو ایش ٹرے میں رکھتا ہوا بولا۔

”دیا دتی کو کسی نے کرہ نمبر اکتا لیس میں قتل کر دیا۔“

"اوہ....!"

حمد بوكھلا کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"آپ لوگ اپنے کمرے میں کب گئے تھے۔" سب انپکڑ نے پوچھا۔

"دو بجے۔"

"کتنی دیر تک وہاں رہے۔"

"جتنی دیر تک ہمارا دل چاہا۔" حمید نے منہ بنا کر کہا۔

"مجی....!" سب انپکڑ اسے گھور کر بولا۔ "آپ کو کافی احتیاط سے گفتگو کرنی چاہئے یہ نہ

بھولنے کر متوالہ کا کرو، آپ کے کمرے سے ملا ہوا ہے۔"

"تو اس کے ذمہ دار ہم تو نہیں۔" حمید نے کہا۔

"چپ رہو۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ پھر سب انپکڑ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہم لوگ بخشکل تمام وہاں دس یا پاندرہ منٹ تھہرے ہوں گے۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ وہاں کیا کرتے رہے۔"

"جھک مارتے رہے۔" حمید بختا کر بولا۔

فریدی نے اسے پھر گھور کر دیکھا۔

"لیکن یہ قتل ہوا کب؟" فریدی نے پوچھا۔

"یہ تو میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب....؟" فریدی اسے گھورنے لگا۔

"ڈاکٹر نے بتایا ہے کہ قتل دوار تین بجے کے درمیان کسی وقت ہوا۔"

"تو آپ خاص طور سے ہمیں کیوں اتنی اہمیت دے رہے ہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"مسکرہ نمبر.... بیالیس میں پارٹی ہی کے آدمی ہیں۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ پارٹی کے آدمی قاتل نہیں ہو سکتے۔" فریدی نے فس کر کہا۔

"چائے خندھی ہو رہی ہے۔" حمید منہ سکوڑ کر بولا اور فریدی نے پیالی اٹھا لی۔

"میں آپ کے کمرے کی تلاشی لیتا چاہتا ہوں۔" سب انپکڑ نے کہا۔

"جمہری تلاش کریں گے آپ۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

دھناب اسپکٹر چونک پڑا۔

”آپ کو اس قتل کی اطلاع پہلے سے تھی۔“ اس نے پوچھا۔

”قطعی نہیں!“

”بھر آپ نے چھری کا حوالہ کیسے دیا۔“

”یہ تو بہت معمولی سی بات ہے اسپکٹر صاحب۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”ہو ٹلوں میں عما
وچیزیں استعمال کی جاتی ہیں۔ چھری یا زہر یا پھر گا گھوٹنا جاتا ہے۔“

سب اسپکٹر فریدی کو گھورتا رہا، جو نہایت طمیان سے سر جھکائے چائے پی رہا تھا۔
”کیا وہ سورجی تھی۔“ فریدی نے پوچھا۔

”میں غیر ضروری سوالات کے جواب نہیں دیا کرتا۔“ پولیس اسپکٹر بولا۔ ”مجھے آپ کے
کرے کی تلاشی لئی ہے۔“

”تو کان کھول کر سن لیجئے۔“ حمید نے کہا۔ ”ہم چائے ختم کے بغیر یہاں سے نہیں اٹھ
سکتے۔“

”مجھے کسی سخت روئے پر مجبور نہ کیجئے۔“

حمد چائے کی پیالی رکھ کر اسے گھوڑے لگا۔

”تم بیٹھو۔“ فریدی حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اٹھتا ہوا بولا۔ ”آئیے اسپکٹر صاحب میرا
دوسٹ کچھ چڑھے مزانِ حادثہ ہوا ہے۔“

وہ دونوں ٹلے گئے حمید بیٹھا چائے پیتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب خیر نہیں۔ ساری تفریخ
خاک میں مل کر رہا جائے گی۔ آہتہ آہتہ ساری میزیں خالی ہوتیں جاری تھیں شاید لوگوں کو
قتل کی اطلاع ہو گئی تھی۔ حمید نے سوچا کہ اس کا اس طرح یہاں بیٹھے رہتا تھیں اچھی
طرح جانتا تھا کہ فریدی اس موقع پر اپنی اصلیت ظاہر نہیں کرے گا۔

چائے ختم کرنے کے بعد حمید اٹھ گیا۔ پھر وہ آہتہ آہتہ چڑھا ہوا اس جگہ آیا جہاں بہت سے
لوگ اکٹھاتے اروادی قتل کے متعلق چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔

”وہ بالکل برہنہ تھی۔“ ایک چھوٹے قد کا آدمی کہہ رہا تھا۔ ”کسی نے اسے جانوروں کی طرح
ڈکھ کر دیا۔ میں نے اتنا دردناک مظہر آج تک نہیں دیکھا۔“

”بڑی پیاری رقصہ تھی۔“ دوسرے نے کہا۔
”آخر کون ہو سکتا ہے۔“

”پولیس شاہد اس کے ساتھ کی دوسری لڑکی پر شبہ کر رہی ہے۔“
”کس پر؟“ ایک چوک کر بولا۔ ”پر دین پر! کبھی نہیں ہو سکتا وہ تنخی منی ہی شر میں لڑکی
قتل نہیں کر سکتی۔“

”جناب آپ کیا جائیں۔ قاتلوں کے چہرے بڑے مخصوص ہوتے ہیں۔“ دوسرابولا۔

”معاف کیجئے گا! آپ مجھ سے زیادہ تجربہ کار نہیں ہیں۔“ پہلے نے کہا۔

”فضول بات ہے۔“ دوسرابونٹ سکوڑ کر بولا۔ ”آپ میرے متعلق کیا جان سکتے ہیں۔“

”اس کا کل شام والا ناج۔“ پستہ قد والہ آدمی پھر بولا۔ ”میں زندگی بھرتے بھلا سکوں گا۔“

”وہ دونوں ایک ہی کمرے میں مقیم تھیں۔“ ایک نے کہا۔ ”دوسری لڑکی کہاں تھی۔“

”لاش سب سے پہلے اسی نے دیکھی تھی۔“ کسی نے کہا۔

”لیکن وہ تھی کہاں؟“

”معلوم نہیں۔“

حمدہ بہاں سے ہٹ کر عمارت کی طرف جانے لگا۔ راستے میں وہی ایگلو اٹھیں لڑکی مل گئی۔
”اوہ! کیپشن سلیم تھا رے برابر میں قتل ہو گیا۔“ اس نے حمید سے کہا۔ ”تمہارے کرے کی
بھی خلاشی لی گئی ہے۔“

”مجھے معلوم ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”تم کہاں سے آ رہی ہو؟“

”اوپری منزل سے۔ پولیس لوگوں کے بیانات لے رہی ہے۔ کیپشن عابد سے بھی کافی پوچھ
چکھے ہوئی ہے۔“

”اوہ....!“

”بالکل تسلی تھی!“ ایگلو اٹھیں لڑکی محقی خیز انداز میں آہستہ سے بولی۔

”اور دوسری لڑکی کہاں تھی؟“

”کہیں باہر گئی تھی۔ واپسی پر اس نے دیا واقعی کی لاش دیکھی۔“

”پارٹی کے دوسرے افراد۔“ حمید نے پوچھا۔

”ان کے متعلق میں کچھ نہیں جانتی۔ البتہ پارٹی کا مالک اقبال کافی مطمئن نظر آ رہا ہے۔“
”میں تمہارا مطلب نہیں سمجھتا۔“

”میں نے بھی اسے وہیکی پیتے دیکھا ہے۔ کیا بتاؤ تم سے کہ اس کے چہرے پر کیسی
مکراہت تھی۔ بہر حال اتنا سمجھ لو کہ عام آدمی ایسے حالات میں اس طرح نہیں مکراہتے۔“
”اقبال وہی ناجس کی پیشانی پر ایک ابھرا ہوا یہ آں ہے۔“

”وہی! میں نے ہمیشہ اسے پیتے دیکھا ہے۔“

”وہ کہاں تھا؟“

”یہ مجھے معلوم نہیں۔ پولیس کافی راہداری سے کام لے رہی ہے۔“
”لیکن تم کہاں جا رہی ہو۔“

”گھٹ پر، اس حادثے نے مجھ پر بہت زیادہ اثر ڈالا ہے۔ اُف میرے خدا۔“

حادث کی تفصیل

حمد آہستہ آہستہ اوپری منزل کے زینے ملے کر رہا تھا۔ قتل و خون اس کے لئے کوئی نی
بات نہ تھی اور نہ وہ کسی قتل کی خبر سے اس طرح متاثر ہوتا تھا جیسے کہ عام آدمی ہوتے ہیں۔ وہ تو
صرف ایک بات سوچ رہا تھا۔ اسے اپنی لفتہ پر رونا آرہا تھا کہ چھبوٹوں میں بھی اسے سکون نصیب
نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہاں کے کسی کیس سے ان لوگوں کا کوئی تعلق نہیں ہوتا چاہئے تھا۔ مگر
فریدی کہاں خلا پینچہ سکتا تھا۔ حمید اچھی طرح جانتا تھا کہ اب اسے اس حسین تفریح گاہ میں بھی
اچھوٹوں میں جلتا ہونا پڑے گا۔ وہ گیا فریدی تو اس کی سب سے بڑی تفریح یہی تھی کہ اسے چیزیں
تم کے کیس ملے رہیں۔

وہ طویل راہداری سے گزرتا ہوا اپنے کمرے کے سامنے آیا۔ مختولہ کا کمرہ بند تھا۔ کچھ دور
ہٹ کر آٹھ دس کریساں پڑی ہوئی تھیں جن پر پولیس والوں کے علاوہ ہوٹل کا نیجہ پارٹی کا مالک
اقبال مقینہ پر وین اور فریدی بیٹھے ہوئے تھے۔
”میرا دوست خود ہی آگیا۔“ فریدی مکراہ کر بولا۔

سب کی نظریں حید کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ سب اپکڑ جو تھوڑی دیر تک فریدی اور حید کے پاس گیا تھا دوسرے اپکڑ کے کان میں کچھ کہنے لگا۔ دوسرا اپکڑ اور حید عمر کا ایک بھاری بھر کم آدمی تھا۔ چڑھی ہوئی موچیں خفاب آلو دھیں۔ اس نے تیز نظر دوں سے حید کی طرف دیکھا اور حید کو خواہ خواہ بھی آنے لگی۔ وہ سمجھ گیا کہ فریدی ابھی تک اپنی اصلیت چھپائے ہوئے ہے۔

”بینج جائیے۔“ بوڑھا اپکڑ بھاری بھر کم آواز میں بولا۔

حید ایک شرات آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بینج گیا۔

”آپ کا نام۔“

”سلیم الدین“ حید نے آہت سے کہا۔ ہیڈ محرب جیب سے قلم نال کر لکھنے لگا۔

”بابا کا نام۔“

”شیخ محمد کلیم الدین، قادری، چشتی، نقشبندی..... اور اور ختنی بھی۔“

اپکڑ اسے قبر آکو د نظر دوں سے گھورنے لگا۔

”پیش.....!“ وہ گرج کر بولا۔

”آہ وزاری، نالہ دیکا..... مددوبالا کے عشق میں گرفتار۔“

”اے مستر.... ذرا ہوش سے، آپ پولیس کو بیان دے رہے ہیں۔“

”آپ کس کا پیش پوچھ رہے ہیں۔“

”آپ کا؟“ اپکڑ دانت پیس کر بولا۔

”میں سمجھا شاید والد صاحب کا۔ میں تو ایک بر طرف شدہ کیپٹن ہوں۔“

”بر طرف شد۔“

”مطلوب یہ کہ جگ کے بعد ہمیں بالکل چھٹی دے دی گئی۔“ فریدی جلدی سے بولا۔

”آپ براو کرم خاموش رہئے۔“ اپکڑ نے فریدی سے کہا۔

”بہت بہتر۔“ فریدی انتہائی سعادت مندانہ انداز میں بولا۔

حید نے محسوس کیا کہ پروین بے اختیارات انداز میں مسکراہی ہے۔ بس پھر کیا تھا۔ حید کے دماغ کے کیڑے باقاعدہ طور پر کلبانے لگے۔

”موجودہ پیش.....!“ اپکڑ پھر غریباً۔

"کہیں مرد بھی پیش کرتے ہیں۔"

"مشر...!"

"فرمائیے۔"

"مجھے سختی کرنی پڑے گی۔"

"میں صبر کروں گا۔" حمید سجاد گی سے بولا۔

"سلیم...!" فریدی نے اُسے گھور کر دیکھا۔

"آپ لوگوں کو میرے ساتھ کو تو ای جاننا پڑے گا۔" اُپکڑنے سے میں ہاتھا ہوا بولا۔

"کیوں؟" حمید نے بھویں تاں کر پوچھا۔

"تم تیار ہیں اُپکڑ صاحب۔" فریدی نے خدہ پیشانی کے ساتھ کہا۔

اُپکڑ خاموشی سے تھوڑی دیر تک حمید کو گھورتا رہا جو رابر مکارے جادہ تھا۔ پھر وہ فریدی

کی طرف مخاطب ہوا۔

"اپنے دوست کو سمجھائیے! خواہ خواہ بات بڑھانے سے کیا فائدہ۔"

"سلیم۔" فریدی گلزار بولا۔ "شرارت اور مذاق کا وقت ہوتا ہے۔ اگر تم نہیں مانو گے تو پھر میں نتیجے کا ذمہ دار نہیں۔"

حمدیک بیک سجادہ ہو گیا۔

اس کے بعد وہ اُپکڑ کے سوالات کے جواب قاعدے سے دیتا رہا۔

"اچھا ب آپ لوگ جاسکتے ہیں۔" اُپکڑ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "لیکن پو لیس کی اجازت کے بغیر آپ رام گذھ سے باہر نہ جاسکیں گے۔"

"اوہ! تو کیا ہم لوگ بھی مشتبہ آدمیوں کی فہرست میں شامل ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"تھی ہاں۔" ہیڈ محرب لکھتے لکھتے سراخا کر بولا۔

"تب تو مزے آ جائیں گے۔" حمید نے نہ کر کہا۔

"کیا مطلب....!" اُپکڑ چوک کر بولا۔

"میں غیر ضروری سوالات کے جواب نہیں دیتا۔" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ فریدی اور حمید

پھر نئے آگئے۔

جمیل کے کنارے پھر پہلی سی رونق نظر آنے لگی تھی۔ لوگ تھوڑی دیر بعد یہ بھی بھول گئے کہ رقصہ کی لاش ابھی ہوٹل میں موجود ہے! پہنچ فرش پر رات کے ناچ کا انظام ہو رہا تھا۔ فضاوں میں سریلے قبیلے رقص کر رہے تھے۔ چاروں طرف گداز جسموں کی نمائش ہو رہی تھی۔ فریدی اور حمید ایک میز کے قریب بیٹھ گئے۔

”فرمائیے سرکار! اب کیا ارادے ہیں۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔

”کیس بڑا دلچسپ ہے۔“ فریدی جیب سے سگار نکالتا ہوا بولا۔

”یہ میں بھی جانتا ہوں۔ کوئی نئی بات بتائیے۔“

”اوہ! بہت چیک رہے جو۔“

”بات دراصل یہ ہے کہ یہ کیس مجھے بھی دلچسپ معلوم ہو رہا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”اچھا! یہ پہلا موقع ہے کہ تمہاری زبان سے اس قسم کا جملہ سن رہا ہوں۔“

”ابھی آپ کو کتنی ایسے موقعے نصیب ہوں گے۔“

فریدی خاموش ہو کر حمید کو غور سے دیکھنے لگا۔

”آپ اس طرح کیا دلکھ رہے ہیں۔“ حمید سکرا کر بولا۔ ”میں صرف اس لئے دلچسپی لے رہا ہوں کہ مقامی پولیس بھی ہم پر شہبہ کر رہی ہے۔“

”تم خواہ خواہ اس بوڑھے کو غصہ دلار ہے تھے۔“

”وہیں سے تو دلچسپی شروع ہوئی ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”تنا ہے کہ وہ بیچاری پروین پر شہبہ کر رہے ہیں۔“

”حالات ہی کچھ اس قسم کے ہوئے ہیں۔“

”یعنی....؟“

”خود لڑکی کا بیان مشتبہ ہے۔“

”کچھ بتائیے بھی تو۔“

”آج دو بجے کے قریب اس نے اوپری منزل کے ایک نوکر سے نیچے جانے کا کوئی دوسرا راست پوچھا تھا اور کچھ گھبرائی ہوئی بھی تھی۔ نوکرنے اسے دوسری سیڑھیاں بتائیں، جو عمارت کے عقبی حصے کے باورچی خانے میں قائم ہوتیں ہیں۔“

”لیکن دوسرے راستے پوچھنا کوئی جرم نہیں۔“ حمید نے کہا۔
”لیکن ہے لیکن دوسرے راستے سے ہے مسافر استعمال نہیں کرتے نہیں جانے کی کیا وجہ
ہو سکتی ہے۔“

لڑکی نے کیا بیان دیا۔

”اس کا بیان ہے کہ وہ دو بجے تفریح کے لئے باہر نکلی تھی اس وقت دیاوتی زندہ تھی لیکن
اس نے اپنے سارے کپڑے اتار کر کے تھے اور صرف ایک چادر اور اوزھے بیٹھی تھی۔ جاتے وقت
متولہ نے اس سے یہ بھی پوچھا تھا کہ وہ کب تک واپس آئے گی۔“

”لیکن وہ عقیزینے سے کیوں گئی تھی۔“ حمید نے فوکا۔

”اس نے بتایا کہ وہ ایک آدمی کو نظر انداز کرنا چاہتی تھی، جو اسے اپنے ساتھ تفریح کے
لئے لے جانا چاہتا تھا۔“

”اوہ.....!“

”وہ سامنے والے زینوں کے نیچے اس کا خفتر تھا اس لئے اس نے اس سے چیچا چھڑانے کے
لئے عقیزیر ہیاں استعمال کیں۔ پھر سازی سے تم بجے جب وہ واپس آئی تو اس نے کمرے میں
دیاوتی کی بردہنہ لاش دیکھی۔“

”پولیس نے اس آدمی کا نام نہیں پوچھا جسے وہ نالا چاہتی تھی۔“ حمید نے پوچھا۔

”کیوں نہیں..... وہ ڈانسک پارٹی کا مالک اقبال تھا۔“

”اوہ.....!“ حمید نے جانے کیوں چوک پڑا۔

”کیوں؟ کیا تم اقبال کے متعلق کچھ جانتے ہو۔“ فریدی نے پوچھا۔

حمدید نے اقبال کے متعلق انگلکوا اغذیں لڑکی کا جملہ دہرا دیا۔

فریدی کچھ سوچنے لگا۔

”انتامیں بھی جانتا ہوں کہ وہ لڑکی قتل نہیں کر سکتی۔“

”اچھا.....!“ حمید سکرا کر بولا۔ ”یہ آپ اس کے بھولے بھالے چہرے کی بنا پر کہہ رہے
ہیں۔“

”نہیں برخوردار۔ اپنے تجربات کی بنا پر۔“ فریدی نے کچھ سوچنے ہوئے کہا۔ ”وہ اب سے

صرف ایک بختہ قبل اس پارٹی میں داخل ہوئی ہے اس سے پہلے وہ ایک دفتر میں ناپسست تھی۔ شاہ پور کے ایک گرلنڈ کانٹی کے ذرا میں اس نے حصہ لیا تھا۔ وہیں اس کی اقبال سے ملاقات ہوئی۔ اقبال نے اسے اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ دفتر کی ملازمت چھوڑ کر اس کی پارٹی میں بحثیت مخفیہ شامل ہو جائے۔ اس کیلئے اس نے جو معادنہ چیز کیا وہ اس کی دفتر کی تحریک سے کئی گناہ زیادہ تھا۔ پر وین تیار ہو گئی اور پھر وہ پارٹی سمیت یہاں چلے آئے اس سیزن بھر کے لئے چیراڈائز والوں سے ان کا معاہدہ ہو گیا ہے۔“

”مگر اب وہ کیا کریں گے رقصہ تو قتل کر دی گئی۔“

”یہ انہیں سے پوچھتا۔“ فریدی منہ سکوڑ کر بولا۔ ”ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں۔“

حمدید کچھ کہنے والہ تھا کہ دفعہ اس کا منہ حرمت سے کھل گیا۔ فریدی چونک کر مڑا۔ اقبال پر وین کو سہارا دیتا ہوا اسی طرف لا رہا تھا۔ فریدی اور حمید نے ایک دوسرے کو معنی خیز نظر دیں۔

اقبال اور پر وین قریب ہی ایک میز کے پاس بیٹھ گئے۔ ان کی آوازیں انہیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

”اوہ بے بی.... بے بی.... اپنی طبیعت سن جاؤ! مجھے یقین ہے کہ تم بے گناہ ہو! بھلام کیوں اسے قتل کرنے لگیں۔“ اقبال بولا۔

”میں نھیک ہوں بالکل نھیک ہوں۔“ پر وین نے گھبرائے ہوئے لبھ میں کہا۔

”میرے خیال میں تم تھوڑی سی براثری پی لو۔“ اقبال پھر بولا۔

”نہیں! میں نے شراب کبھی نہیں پی۔“

”ضرور تھا.... دو اکے طور پر۔“

”نہیں بالکل نہیں۔“

”میں تمہارے لئے بہت مغموم ہوں۔“ اقبال نے کہا۔

حمید نے فریدی کو آنکھ ماری۔

”شکریہ۔“ پر وین بے دلی سے بولی۔

اقبال تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

”سبھی میں نہیں آتا کہ آج کے پروگرام کا کیا بنے گا۔“

”می۔“ پروین بے اختیار چونک پڑی۔ اس کی آنکھیں حرمت سے پھیل گئیں۔

”ہاں آج کا پروگرام۔ تم تھوڑا بہت ناق بھی سکتی ہو۔“

”مگر..... دیاوتی۔“ پروین رک رک کر بولی۔ ”میاودہ آپ کی بیوی نہیں تھی۔“

”قطیعی تھی۔“ اقبال نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”لیکن مجھے اس کے انجام پر ذرہ برابر

بھی حرمت نہیں۔“

وہ کچھ اور بھی کہنے والا تھا کہ کچھ لوگ آکر ان کی میز کے گرد اکٹھا ہو گئی۔ غالباً یہ ان سے جان پہچان رکھنے والے تھے۔

”دیاوتی اس کی بیوی تھی۔“ حمید آہستہ سے بولا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔

”اور اسے اس کے انجام پر حرمت نہیں۔“ حمید پھر بولا۔ ”وہ آج کے پروگرام کے متعلق سوچ رہا ہے۔“ فریدی کھڑا ہو گیا۔

دوسرے لمحے میں وہ دونوں اپنے کمرے کی طرف جا رہے تھے۔ راہداری میں ابھی تک پولیس والے موجود تھے۔ دیاوتی اور پروین کا کمرہ کھلا ہوا تھا اور اس میں روشنی ہو رہی تھی، اندر بھی کچھ پولیس والے موجود تھے۔

بوڑھے اسکڑ نے فریدی اور حمید کو گھور کر دیکھا لیں۔ وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر اپنے کمرے میں چلے گئے۔

فریدی لکھنے کی میز پر بیٹھ کر اپنی ڈائری میں کچھ لکھنے لگا۔ دھناؤ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ حمید نے انھے کر دروازہ کھول دیا، بوڑھا اسکڑ سے کھڑا گھور رہا تھا۔

”میا آپ لوگوں نے نہیں سن۔“ وہ گرج دار آواز میں بولا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”آپ یہاں کس کی اجازت سے آئے ہیں۔“

”اجازت....!“

”میں ہاں! جب تک تفتیش مکمل نہ ہو جائے کوئی اور نہیں آ سکتا۔“

”ہمیں اس کی اطلاع نہیں تھی۔“

”زینے پر نوش لگا دیا گیا ہے۔“ بوز حاغر اکر بولا۔

”ہمیں افسوس ہے؟“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔ پھر حمید کا ساتھ پڑا کر باہر چلا آیا۔ بیچے آکر فریدی نے محسوس کیا کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی اور بھی بیچے آیا ہے اور سائے کی طرح ان کے پیچے لگا ہوا ہے۔

”ذر اس بوز ہے خبٹی کو دیکھو۔“ فریدی آہتہ سے بولا۔ ”اس نے ہماری ٹگرانی کے لئے کسی کو ہمارے پیچے لگا دیا ہے۔“

”تو سنئے! کیوں نہ اسے آؤ بیٹلا جائے۔“ حمید نے کہا۔

”چھوڑو بھی۔“

”خدا تم مرا آجائے گا۔“

فریدی اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر آگے بڑھ گیا۔ حمید نے پلٹ کر دیکھا وہ آدمی اب بھی ان کے پیچے لگا ہوا تھا۔ حمید کی طبیعت بے قابو ہو گئی۔ وہ فریدی کے ساتھ جانے کے بجائے جمیل کی طرف مڑ گیا۔ فریدی پخت فرش کے کنارے پڑی ہوئی میز دل کے قریب ایک میز پر بیٹھ گیا تھا۔

حمد محسوس کر رہا تھا کہ اس کا تعاقب برابر جاری ہے۔

حمد جمیل کا پورا چکر لگانے کے بعد ایک جگہ رک گیا۔ پھر اس نے اپنی ٹائی کھولی اور اس میں پتھر کا ایک نکلا باندھ کر ایک درخت سے لٹکا دیا۔ تعاقب کرنے والا مالی کی جھاڑیوں میں چھپ گیا تھا۔

حمد پھر فریدی کے پاس لوٹ آیا۔

”کہاں تھے؟“ فریدی نے پوچھا۔

”یونہی شہل رہا تھا۔“

”وہ لوگ اسے لے گئے۔“

”کے!“

”پروین کو۔“

”کون لوگ۔“

”پولیس... پولیس۔“ فریدی جلا کر بولا۔

”کیوں...!“

”اس کے سوت کیس سے ایک خون آلو دھمری برآمد ہوئی ہے۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”لیکن وہ مجھے مجرم نہیں معلوم ہوتی۔“

”آپ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہے ہیں۔“ حمید مسکرا کر بولا۔

”مجھے اس سے ہمدردی ہے۔“

”پہلے کی جان پہچان؟“ حمید نے مسکرا کر پوچھا۔

”بکومت۔“

”لیکن میں اس ہمدردی کی وجہ ضرور پوچھوں گا۔“

فریدی کچھ جواب دیئے بغیر اٹھ گیا۔ حمید سمجھا تھا کہ شاید وہ اس کی باتوں سے آتا کر اٹھا ہے لیکن اس کا خیال غلط نکلا۔ فریدی ایک آدمی کے قریب جا کر رک گیا جو ایک سدا بہار درخت کے قریب کھڑا کچھ سوچ رہا تھا۔ حمید بھی اٹھا۔

”آپ کے پاس دیا سلاٹی ہو گی۔“ فریدی نے اس آدمی سے پوچھا۔ ”میرا لائٹر خراب ہو گیا ہے۔“

اس نے فریدی کو پر خیال انداز میں گھورتے ہوئے دیا سلاٹی کپڑا آدمی۔ ”شکریہ۔“ فریدی سگار سلاگانے لگا۔ پھر سر اٹھا کر دیا سلاٹی واپس کرتا ہوا بولا۔ ”آپ بھی تو شاید اقبال صاحب کی ڈانسک پارٹی کے ایک آرٹسٹ ہیں۔“

”آپ کا خیال درست ہے۔“ اس کے لمحے میں آتھت تھی۔

”میں دعویی سے کہتا ہوں کہ وہ لڑکی قاتل نہیں ہو سکتی۔“ فریدی نے کہا۔ ”جی...!“ وہ چوٹ نکلا۔

”وہ ایک معصوم لڑکی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”یوں تو ان گدوں نے ہمارا نام بھی مشتبہ آدمیوں کی فہرست میں درج کر لیا ہے۔“

”آپ کا!“

"جی ہاں.... ہمارا کمرہ مقتولہ کے کمرے سے ملا ہوا ہے تا۔"

وہ کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"میں بھی بھی سمجھتا ہوں کہ کوئی خواہ تکوہ اپنا جرم اس کے سر تھوپنے کی کوشش کر رہا ہے۔
تم دونوں ڈھانی بیجے سے سازھے تمن بیجے تک ساتھ رہے۔"

"جہاں....!" فریدی نے لاپرواہی سے پوچھا۔

"ستبل ندی کے کنارے جو ہاں سے ایک میل کی دوری پر ہے۔"

"آپ دونوں ساتھ گئے ہوں گے۔"

"نہیں! نہیں یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس سے اچاک ملاقات ہو جائے گی۔ میں یوں ہی ٹھہڑا
ہوا اور نکل گیا تھا۔ اتفاقاً وہ بھی اوہری آنکھی۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ پچھلے زینوں سے کیوں اتری تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"چھوڑ دیئے بھی۔" وہ اکتا کر بولا۔ "میں اس وقت صرف یہ سوچ رہا ہوں کہ حوالات میں

اس کا کیا حال ہو گا۔ احتی لڑکی.... شہرت کے شوق میں اس نے اپنی اچھی خاصی زندگی برپا
کر لی۔"

"شہرت کے شوق میں۔" فریدی نے اس کا جملہ دھر لیا۔

"وہ آج سے پندرہ دن قل ایک آفس میں ہائپسٹ تھی۔ نہ جانتے اقبال اُسے کس طرح پھسالا
لایا۔"

"اقبال بھی عجیب ہی آدمی ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں نے اسے کبھی ہوش میں نہیں
دیکھا۔"

وہ نفرت سے منہ سکوڑ کر رہا گیا۔

"اور آج بھی۔" فریدی پھر بولا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اسے کوئی غم ہی نہ ہو جیسے
مقتولہ، یوہی کیا اس کی شناسا بھی نہ رہی ہو۔"

"اس کی وجہ سن کر ایک معمولی آدمی بھی چونک پڑے گا۔" وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "آپ
جانتے ہیں کہ ان کی شادی کن حالات میں ہوئی تھی۔"

فریدی نے نفی میں سر ہلا دیا۔

”خیر ہٹائیے! مجھے کیا؟ پوچھ سخن خود ہی سب کچھ معلوم کر لے گی۔ فی الحال پر وین کی گرفتار کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ اسے کل ہی چھانٹی دے دی جائے گی۔“

”مگر اس نے پچھلے زینے...!“

”کچھ بھی نہیں۔ سب فضول۔“ وہ فریدی کی بات کاٹ کر بولا۔ ”ایسے اتفاقات ہوتے ہی رہتے ہیں اور پھر جہاں تک میرے قیافے کا تعلق ہے وہ کوئی بد چلن یا آوارہ لڑکی نہیں ہے۔ اور مجھے اب جانا چاہئے۔“

وہ تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا عمارت کی طرف چلا گیا۔

فریدی بہر خیال انداز میں حید کی طرف بڑھ گیا۔

”یہ چند ایک دوسری بھجن میں جلا کر گیا۔“ حید نے کہا۔ ”اب کس سے پوچھتے پھر میں کہ اس اقبال کے پٹھے کی شادی کن حالات میں ہوئی۔“

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بدستور خیالات میں ڈوبا ہوا رہا۔

حید مدد حم سروں میں سیٹی بجاتا ہوا شہنے لگا۔

نیا انکشاف

دوسرے دن صبح حید جب سوکر اخوات اس نے فریدی کا بستر خالی پالا۔ پہلے تو اس نے کوئی دھیان نہ دیا تھا جب کافی وقت گذر جانے کے بعد بھی اس کا پتہ نہ چلا تو حید کی تشویش بڑھ گئی۔ لیکن پھر فوراً ہی خیال آیا کہ وہ ضرور اس نے خادم کی چھان بین میں مشغول ہو گا اسے پر وین کا حسین اور افسر دہ چہرہ یاد آگیا۔ خود اسے بھی یقین تھا کہ پر وین کسی کو قتل نہیں کر سکتی۔ حید دروازہ کھول کر راہداری میں آیا۔ زینے کے قریب اقبال کھڑا۔ ایک آدمی سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہا تھا۔ حید کو دیکھ کر وہ مسکرا لیا۔ حید بھی خواہ خولہ مسکرانے لگا۔

اس آدمی کو رخصت کرنے کے بعد اقبال آہستہ آہستہ حید کی طرف بڑھا۔

”آپ نے کل رات اس بوڑھے کو بہت نگک کیا تھا۔“ وہ آہستہ سے بولا۔ اور شراب کی بو حید کا دماغ چھاڑ نے لگی۔ حید جو باصرف مسکرا کر رہا گیا۔

”نبیں یہ کم بخت انہیں کو دیتے ہیں، جوان سے دیتے ہیں۔“ اقبال پھر بولا۔

”میں پر دین کا کیا ہو۔ مجھے اس حادثے پر سخت افسوس ہے۔“ حمید نے کہا۔

”ہونے والی باتیں اسی طرح ہو جاتی ہیں۔“ اقبال نے مضمحل آواز میں کہا۔ ”میں نے

رشوت دے کر اسے حوالات میں بند ہونے سے تو بچالا ہے لیکن ان کم بختوں کو نہ جانے کسے یقین ہو گیا ہے کہ وہی قاتل ہے۔“

”آپ کی دانست میں قاتل کون ہو سکتا ہے۔“ حمید نے پوچھا۔

”اب میں اس کے متعلق کیا بتا سکتا ہوں میرے خیال میں تو کوئی اس کا دشمن نہیں تھا۔“

”مجھے حرمت ہے۔“ حمید کچھ اور کہتے کہتے رک گیا۔

وہ دراصل دیاوٹی کے متعلق کچھ معلومات بھی پہنچانا چاہتا تھا لیکن اس نے سوچا کہ کہیں یہ چیز فریدی تاپنندہ کرے۔ معلوم نہیں اس نے کون سانیا طریقہ کار اختیار کیا ہو۔

”سگریٹ۔“ اقبال نے سگریٹ کیس نکال کر حمید کی طرف بڑھایا۔

”سگریٹ۔“ حمید نے سگریٹ لے کر ہونوں میں دیاتے ہوئے کہا۔ ”مجھے انتہائی افسوس ہے کہ ایسے موقع پر جب کہ صحیح معنوں میں آپ کی پارٹی کو اپنے کمالات دکھانے کا...!“

”اوہ! مجھے اس کا غم نہیں۔“ اقبال حمید کی بات کاٹ کر بولا۔ ”میری زندگی میرا فن ہے۔

ہمارے پروگرام ہوتے رہیں گے مجھے دیاوٹی کی موت پر افسوس ہے لیکن اس لئے نہیں کہ وہ میری بیوی تھی محض اس لئے کہ وہ ایک اچھی فنکار تھی اور اپنا جواب نہیں رکھتی تھی۔“

”وہ آپ کی بیوی تھی؟“ حمید نے حرمت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

”جی ہاں۔“

”اور آپ اس کے دشمنوں سے واقف نہیں۔“

”ہماری شادی کو زیادہ عرصہ نہیں گذر اتھا۔“

حمدی کچھ اور پوچھنے والا تھا کہ زینوں پر فریدی دکھائی دیا۔ وہ ہلکے سر مگر رنگ کے سوٹ میں مبوس اور پر کی طرف آ رہا تھا۔

”اوہ! آپ سے مٹئے۔“ حمید نے اقبال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فریدی سے کہا۔ ”مسٹر

اقبال ڈانسگ پارٹی کے مالک اور یہ میرے دوست کیپن عابد۔“

فریدی نے آتائے ہوئے انداز میں اس سے مصافحہ کیا۔

حمد سمجھا تھا کہ فریدی اپنے مخصوص انداز میں خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرے لیکن اس کی بے تعلقی دیکھ کر اسے حیرت ہونے لگی۔

اقبال تھوڑی دیر تک کھڑا یو تو فوں کی طرح مسکرا اتا رہا۔ پھر دو فوں سے دوبارہ ہاتھ ملا کر زینے کی طرف لوٹ گیا۔ فریدی اور حمید اپنے کمرے میں چلے آئے۔

"تو تم نے اس سے جان پیچان پیدا کر لی۔" فریدی اپنی فلٹ بیٹ نیز پر ڈالتا ہوا بولا۔

"جنتاب والا....!" حمید نے سینے پر ہاتھ رکھ کر قدرے جھکتے ہوئے کہا۔

"اس لڑکی سے بھی جان پیچان پیدا کرنے کی کوشش کرو۔"

"یہ آپ فرمائی ہے ہیں۔" حمید ٹھری یہ انداز میں بولا۔

فریدی اسے گھورنے لگا۔

"سر کاری میں آوارہ نہ ہو جاؤں گا؟" حمید نے پھر کہا۔

"فضل باتیں مت کرو۔"

"نبیں نبیں میں شریف کا بچہ ہوں۔"

"خاموش رہو۔"

میں نے عہد کر لیا ہے کہ اب میں کسی عورت سے بات نہ کروں گا۔"

"جہنم میں جاؤ۔"

"آمد و رفت کے اخراجات آپ کے ذمہ۔"

فریدی منہ بناتا ہوا غسل خانے میں چلا گیا۔ واپس آنے کے بعد اس نے ناشتے کے لئے فون کیا۔ اس کے ماتحت پر سلوٹیں ابھری ہوئی تھیں۔ شاید وہ حمید کی موجودگی سے بھی بے خبر ہو گیا تھا۔ حمید خاموشی سے اس کی طرف دیکھتا رہا لیکن بولنے کی بہت نہ کر سکا؟ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر اس وقت اس نے اسے چھیڑنے کی کوشش کی تو شامت آجائے گی۔"

تحوڑی دیر بعد ناشتہ آگیا۔ ناشتے کے دوران میں بھی خاموشی ہی رہی۔

کسی نے باہر سے دروازے کو آہستہ آہستہ کھلکھلایا۔

"آ جاؤ۔" فریدی نے سر اخھائے بغیر کہا۔

کل والا بوزھا اپنے دخل ہو۔

"اوہ آپ۔" فریدی انھتہ ہوا بولا۔ "تریف لائیے۔ یہاں تشریف رکھنے چاہے حاضر ہے۔"

"ٹکریے۔" اپنے منہ سکوڑ کر بولا۔ پھر وہ حمید کو گھورنے لگا۔

"یہ نائی آپ کی ہے۔" اس نے جیب سے ایک نائی نکالتے ہوئے کہا جس کے سرے میں پھر کا گلوبند ہوا تھا۔

حید سمجھی گی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں اس کا مطلب سمجھتا چاہتا ہوں۔" اپنے نائی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"اس کا مطلب۔" حید نے چوک کر کہا۔ "اس کا مطلب شاید میں پاگل خانے سے دور رہ کر نہ ہتا سکوں گا۔"

فریدی حرمت سے نائی کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ حید کے علاوہ کسی اور کی نہیں ہو سکتی تھی۔ حید نے اسے انگلینڈ میں خرید اتحادیہ رنگ کی نائی تھی جس پر ریڈیم کے حروف میں Kiss me in the Dark uncle

"یہ تو آپ ہی کی ہے۔" سب اپنے پھر پوچھا۔

"سو فیصدی میری ہے۔" حید نے لاپرواں سے کہا۔

"یعنی اس حرکت کا مطلب۔"

"اگریزی آتی ہے آپ کو۔" حید نے پوچھا۔

"جی نہیں! بھلامیں اگریزی کیا جاؤں۔" بوزھاطریہ انداز میں بولا۔

"اس تحریر کا یہ مطلب ہے۔" حید اس کے طنزیہ لمحے کو نظر انداز کر کے بولا۔ "اے چچا مجھے اندر ہیرے میں پیدا کرو۔"

"یعنی۔"

"یعنی یہ کہ میں آپ کو چچا بنا کر چھوڑوں گا۔ میں بھی ملڑی میں کیپشن رہ چکا ہوں اور کار خاص کا مکملہ میرے پر دھما۔"

"کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔" فریدی نے حید کو ڈالا۔ "اپنے صاحب! مجھے بتائیے کیا

بات ہے؟"

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔" اپکل جائے سے باہر ہو کر گرد جا۔ "میرے پاس آپ دونوں حضرات کے وارثت ہیں۔ میں آپ دونوں کو دیادوتی کے قبل کے سلطے میں گرفتار کرنے کے لئے آیا ہوں۔"

"اوہ....!" فریدی ضرورت سے زیادہ سمجھدہ ہو گیا اور حمید بے تحاشہ خسپڑا۔ "خاموش رہو۔" فریدی نے آسے پھر ڈالنا۔

"دیادوتی کا معاملہ تو پانچ سو پر ہو گیا تھا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "ہم سے ایک ہزار لے بجھے اپکل صاحب۔"

"جلدی سمجھئے۔" اپکل نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "خود پر نندھٹ صاحب نیچے موجود ہیں۔"

"بہت اچھا۔ انہیں بھیج دیجئے۔" فریدی سگار سلاکا تاہوا بولا۔

"اگر آپ لوگ بھی چاہتے ہیں کہ آپ کے ہھھڑیاں لکھن تو یہ بھی ہو جائے گا۔" اپکل نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"یہ تائی اس کے پاس کس طرح پہنچی؟" فریدی نے حمید سے پوچھا۔

حمدی نے اپنی رات والی حرکت دھرا دی۔ فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔

"میرے خیال میں ما تم صاحب ہی یہاں کے پر نندھٹ ہیں۔" حمید نے کہا۔

"ہاں اور میں اس سے ابھی تک نہیں ملا۔" فریدی نے کہا۔ "اسے بڑی شکایت ہو گی۔"

"تو پھر اب کیا ارادہ ہے۔" حمید نے پوچھا۔ "کیا مجھے ہھھڑیاں ہی لگوائیے گا۔"

"لیا ہرج ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ہمیں اپنی شخصیت چھپانی ہے۔"

"لکھن ما تم صاحب۔"

"میں سب نحیک کرلوں گا۔ اگر ہم حوالات میں نہ بھی بند ہوں تو کم از کم ہمیں مشتبہ آدمیوں کی حیثیت سے مدد اعزاز داکرام کو تو ایسے تک ضرور جانا چاہئے۔"

تحوڑی دیر بعد کسی نے دروازے کو دھکا دیا۔ یہ ایس۔ پی ما تم صاحب۔ اس کے پیچے کچھ اور لوگ بھی تھے۔ یہ سب کے سب دردیوں میں تھے۔ فریدی کو دیکھ کر ما تم کامنہ حریت سے سکھ گیا۔ لیکن قبل اس کے کہہ کھٹا فریدی نے اسے آنکھ مار دی۔ اس کے باوجود بھی ما تم شاید اس کا

مطلوب نہ سمجھ سکا۔

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر آپ لوگ میرے بیچھے کیوں پڑے گئے ہیں۔“ فریدی غصے کا اتھارہ کرتا ہوا بولا۔

ماحر پلٹ کر بوزٹھے انپلٹ کی طرف دیکھنے لگا۔

”تمہارا چال چلن مشتیہ ہے۔“ بوزٹھا ایک قدم آگے بڑھ کر بولا۔

”تم لوگ نیچے میرا منتظر کرو۔“ ماحر نے اپنے ساتھیوں سے کہا وہ سب چلے گئے۔

”ہاں اب ہتاو۔“ ماحر نے کہا۔ ”تم نے مجھے اطلاع تک نہ دی کہ تم یہاں مقیم ہو۔“

”معاملہ سمجھ ایسا ہی تھا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”بیٹھو۔“

”یہ نائی کا کیا قصہ تھا۔“ ماحر نے پوچھا۔

”حید کی شرات! تمہارے انپلٹ نے ہماری ٹکرانی شروع کر دی تھی۔“

”خیر مارو گوئی۔“ ماحر نے فریدی کے سگار کیس سے سگار نکالتے ہوئے کہا۔ ”جب میں یہاں موجود ہوں تو تمہیں ہوٹل میں ظہرنے کی کیا ضرورت تھی۔“

”تم نہیں دیکھتے کہ ہم نے اپنے نام بدل رکھے ہیں۔“ فریدی نے بات ہاتھی۔

”کوئی خاص معاملہ۔“

”ہاں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”لیکن ہماری اصلیت کسی پر ظاہرنہ ہونے پائے۔“

”رام سنگھ تمہیں پریشان کر ڈالے گا۔“

”کون رام سنگھ۔“

”یہی بوزٹھا... بہت ضدی آدی ہے۔“

”اس کی فکر نہ کرو۔ اس پر تم یہی ظاہر کرنا کہ تم بھی مجھ پر شبہ رکھتے ہو لیکن کسی وجہ سے حرast میں نہیں لے سکتے۔“

”آخر کیوں بھی۔“

”بس یو نہی۔“

”خیر ہتاو! اس قتل سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔“

”معاملہ بیچیدہ ہے۔“

"چھری تو اس لڑکی کے سوٹ کیس سے برآمد ہوئی ہے۔"

"تو اس سے کیا ہوتا ہے ممکن ہے کسی نے اسے پھانے کے لئے ایسا کیا ہو۔"

"لیکن اس کا مخلوق رو یہ وہ بچھلے زینوں سے کیوں اتری تھی اور گھبرائی ہوئی کیوں تھی۔"

"وچہ بھی تو بتادی تھی اُس نے۔" فریدی نے سگار سلاکتے ہوئے کہا۔

"اور تم نے اس پر یقین کر لیا۔ تاپنے والیں اتنی شریف نہیں ہوتیں۔"

"تھے ہوتی ہوں گی۔" فریدی نے لاپرواں سے کہا۔ "لیکن وہ اس ماحول میں نہیں ہے۔ اس لئے

چکچا ہٹ لازمی ہے اور پھر اقبال یوں بھی نشے میں رہتا ہے۔"

"خیر یوں تو اقبال بھی مشتبہ آدمیوں کی فہرست میں موجود ہے۔" ماصر نے کہا۔

"ہونے کو تو ہم لوگ بھی ہیں۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"نہیں بھائی یہ بات نہیں ہے! معاملہ واقعی پیچیدہ ہے۔"

"پروین نے اپنے بیان میں یہ بھی کہا تھا۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کہ دیا تو اس وقت

کسی کا انتظار کر رہی تھی اور جس حال میں اس کی لاش پائی گئی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کا وہ انتظار کر رہی تھی وہ یا تو اس کا شوہر ہو سکتا ہے یا کوئی اور جس سے وہ شوہر ہی کی طرح بے گھنے
رہی ہو۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔" ماصر نے کہا۔ "لیکن کیا ممکن نہیں کہ پروین یہ اسے قتل کر کے گئی

ہو۔"

"ہو سکتا ہے! لیکن وہ پارٹی کے ایک آرٹسٹ سعید کو متبلندی کے کنارے ملی تھی۔ سعید کا بیان ہے کہ اس کے انداز سے کسی حرم کی بے اطمینانی یا بے چینی نہیں ظاہر ہو رہی تھی۔" ماصر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اقبال نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ وہ نیچے پر دین کا انتظار کر رہا تھا۔" فریدی بولا۔

"تو پھر کیا اقبال یہ کو قائل سمجھا جائے۔" ماصر نے کہا۔

"دُوق کے ساتھ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں؟"

"یا تم نے بار غذر کے بیان پر غور نہیں کیا۔ اس کا کہنا ہے کہ اقبال ذھانی بجے سے ساڑھے

تمن بجے تک بار میں بیٹھا ہی سر پیتا رہا تھا۔ ”

”ٹھیک تو ہے۔“ ما تمرنے کہا۔ ”واکٹر کا بیان ہے کہ قتل دو اور تمن کے درمیان میں ہوا۔ اقبال پر دین کی تلاش میں اوپر ضرور گیا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس نے دیاوتی کو کسی اور کے ساتھ اس حالت میں دیکھ کر اسے قتل کر دیا ہو۔“

”اگر یہ بات ہوتی تو وہ دوسرا آدمی اب تک خود کو ضرور ظاہر کر دیتا۔“ فریدی نے کہا۔

”ممکن ہے اس نے اپنی بدنائی کے خیال سے ایسا نہ کیا ہو۔“ ما تمرنے کہا۔

”بدنائی سے زیادہ اسے اپنی جان جانے کا خوف ہوتا چاہئے۔ بھلا اقبال اسے کب زندہ چھوڑتا۔ فرض کر دو وہ موقع پر بھاگ نکلا ہو! لیکن اقبال نے کم از کم اسے پہچان ہی لیا ہو گا۔ اسی صورت میں وہ کبھی نہ کبھی اس پر ضرور حملہ کر سکتا ہے۔“

”اقبال کا تو بیان ہے کہ وہ پھر اوپر گیا ہی نہیں۔“ ما تمرنے کہا۔

”اس کا بیان قطعی درست معلوم ہوتا ہے! مجھے پارٹی کے آدمیوں سے معلوم ہوا ہے کہ دیاوتی اس پر تیری طرح حادی تھی اور خود ہی نے پر دین کو اپنے کرے میں رکھا تھا کہ کہیں اقبال اس کے ساتھ رنگ رلیاں نہ منانا شروع کر دے۔ ظاہر ہے کہ اسی صورت میں اقبال پر دین کی تلاش میں اوپر جانے کی بہت نہیں کر سکتا تھا۔“

”پھر آخر کون ہے۔“ ما تمرنے کر بولا۔

”یہ بھی جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔“ فریدی نے کہا اور بجھا ہوا سگار سکانے لگا۔

”تحوڑی دیر بعد ما تمرنے چلا گیا۔“

”تو کیا واقعی اقبال کو مجرم نہیں سمجھتے۔“ حمید نے کہا۔

”ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا ویسے حالات اس کے خلاف ہیں۔“

”کیا مطلب....؟“ حمید چونکہ کر بولا۔ ”کون سے حالات! ابھی تو آپ انہیں حالات کے تحت اسے بے گناہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔“

”فی الحال تو مجھے بھی کرتا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”کل رات جس آدمی سے ہماری گفتگو ہوئی تھی اس کا نام سعید ہے۔ وہ اس پارٹی میں پیانو بجاتا ہے اور ایک اچھا آرٹسٹ ہے جسیں یاد ہو گا کہ کل دوران گفتگو اس نے ایک بات کہی تھی۔ اقبال اور دیاوتی کی شادی کے متعلق۔“

حید کچھ سوچنے لگا۔

”اوہ....!“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”ہاں یاد ہے.... اس نے کہا تھا کہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ ان کی شادی کن حالات میں ہوئی تھی۔“

”ٹھیک۔“ فریدی بجا ہوا گاراٹس ٹرے میں ڈالتا ہوا بولا۔ ”میں کل رات سے اب تک اس کے ساتھ رہا ہوں۔“

”رات سے.... لیکن آپ تو....!“

”بظاہر سو گیا تھا؟“ فریدی سکرا کر بولا۔ ”تم جانتے ہو کہ میں اس تم کے کام تھا ہی کرتا ہوں۔ بارہ بجے رات کو میں نے کرہ چھوڑ دیا تھا۔ سعید بار میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ بارہ بجے سے بار چھوڑ دینے کے لئے کہہ رہا تھا لیکن وہ دو دین بیٹھنے پر مسر تھا۔ بارہ بجے کے بعد یہاں شراب کی بکری بند کردی جاتی ہے۔ میں نے دو بوتلیں خریدی اور اُسے اس کے کمرے میں لے گیا پھر میں نے اُس سے سب کچھ پوچھ لیا لیکن اگر وہ نہ میں نہ ہوتا تو شاید ایک لفظ بھی نہ بتاتا۔“

فریدی خاموش ہو گیا۔ حید بے چینی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”اقبال ایک بہت زیادہ دولت مند آدمی ہے۔“ فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”دیاوتی اس کی پارٹی میں ملازم تھی۔ اقبال شرابی اور حسن پرست ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نے دیاوتی سے بھی ٹھنکیں بڑھائی ہوں گی۔ بہر حال معاملہ کچھ بھی رہا ہوا ایک دن دیاوتی نے اسے مجبور کیا کہ وہ اس کے ساتھ شادی کر لے۔ اقبال کے انکار پر اس نے عدالتی چارہ جوئی کی دھمکی دی اس نے اُسے بتایا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ سعید کا بیان ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور ان واقعات سے واقف نہیں۔ حتیٰ کہ نیم بھی نہیں۔“

”نیم کون؟“ حید نے پوچھا۔

”صرف یہی ایک چیز میں اس سے نہ الگوا سکا۔ اُس نے اس کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ شاید یہ نام نہ انسکھی میں اس کے منہ سے نکل گیا تھا۔ پھر میں نے لاکھ کو شش کی کہ کچھ اور معلوم کر سکوں مگر ممکن نہ ہوا۔ بہر حال اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ تم پر دین سے دوستی پیدا کرو۔ یہ کام میں خود بھی کر سکتا ہوں لیکن یہاں میں عورتوں کے معاملے میں شروع سے محتاط رہا ہوں۔ اس لئے لوگوں کو چونکنے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔“

دوسری عورت

اسی رات کو رقص گاہ میں رہبا کے لئے سازنچ رہے تھے۔ آج اقبال کی پارٹی کے پروگرام نہیں ہوئے تھے، خود ہوشی کے غیر نے ایک ہفتہ کے لئے انہیں روکا دیا تھا۔ لیکن خوش پوش جوڑے رقص کے لئے انہر رہے تھے۔ پر وین بھی ایک طرف بیٹھی تھی۔ لیکن اس سے کسی نے رقص کرنے کی درخواست نہیں کی تھی اور اقبال نشے کی وجہ سے اس قابل نہیں تھا کہ رقص کر سکے! لوگ دراصل پر وین سے کترار ہے تھے۔ سب کو علم ہو گیا تھا کہ اس کے سوت کیس سے خون آلود چھری برآمد ہوئی ہے۔

فریدی اور حمید ایک طرف بیٹھے تھے۔ اس دوران میں حمید نے کتنی بار رقص کے لئے اٹھنے کی کوشش کی لیکن فریدی اسے برابر رکتا رہا۔ اس کی جان پہچان کی کتنی لاڑکیاں اور سے گذریں لیکن وہ فریدی کی وجہ سے مجبور تھا۔

”حمید اس سے بہتر اور کوئی موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔“

”میا عبادت کا موقع۔“ حمید جھلا کر بولا۔

”میا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو! تم جیسے سعادت مند فرزند کے لئے آوارہ اور اوپاش لاکیاں نہیں۔ میں نے اب تک تمہیں پر وین کے لئے روکے رکھا تھا۔“

”اوہ....!“ حمید اچھل کر بولا۔ ”میں سمجھ رہا تھا کہ شاید آپ مجھے ناخرم عورتوں کے ساتھ رقص نہیں کرنے دیں گے۔“

”چلو جلدی کرو۔“ فریدی آلتا کر بولا۔

حمد اٹھ کر پر وین کے پاس آیا۔ وہ چوک کر اسے دیکھنے لگی۔

”میا میں آپ سے رقص کی درخواست کر سکتا ہوں۔“ حمید قدرے جھک کر آہتہ سے بولا۔ ”مجی.....مجی۔“ وہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

”میں ٹکر گزار ہوں گا۔“

پر وین کھڑی ہو گئی۔

”لیکن آپ نے ان کی جرأت کس طرح کی۔“ پر وین نے آہتہ سے کہا وہ دونوں ناپنے

والوں کی بھیز میں آگئے تھے۔

”اس میں جرأت کی کیا بات ہے۔“

”عوماً آج لوگ مجھ سے کترار ہے ہیں۔“

”لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ کبھی کسی کو قتل نہیں کر سکتیں۔“

پروین حیرت سے حمید کی طرف دیکھنے لگی۔

”شاید آپ کو رہا اچھی طرح نہیں آتا۔“ حمید نے کہا۔ ”نہیں... داہنا... ٹھیک بایس نہیں پھر داہنا... بیاں... بیاں... داہنا... ٹھیک!... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ آپ قائل نہیں ہو سکتیں۔ آپ نے بہت بُرا کیا کہ اس پارٹی میں داخل ہوئیں۔ ابھی ہمارے یہاں کا ماحول اس کے لئے سازگار نہیں۔“

”آپ پولیس والوں سے بھی خائف نہیں۔“ پروین نے کہا۔

”میں ملٹری کا آدمی ہوں گا۔“

”کل مجھے انتہائی پریشانی کے عالم میں بھی آپ کی باتوں پر بُنسی آتی تھی۔“

”ابھی میں انہیں اور تھک کر دوں گا۔ ان گدوں نے ہمارا ہام بھی مشتبہ آدمیوں کی فہرست میں لکھ رکھا ہے۔“

”ٹھاہے آج وہ آپ لوگوں کو بھی حرast میں لینے کے لئے آئے تھے۔“

”آئے تو تھے لیکن میرے ساتھی نے ان کی کافی جامت بنائی۔“

”یعنی....!“

”اس سے باتوں میں کوئی نہیں جیت سکتا۔“

”لیکن وہ تھا کیوں نہیں رہے ہیں۔“

”اسے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ وہ دراصل فلسفی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ ناچوں میں شکر تھا جس سے بہتر ہے جس سے جسم میں توانائی آتی ہے۔ رباد غیرہ کو وہ کمکی مارنے کے متراوف سمجھتا ہے اور دوسرا وجہ یہ بھی ہے کہ وہ عورتوں سے دور بھاگتا ہے۔“

”ٹھیک ہے میں نے انہیں ابھی تک کسی عورت سے بات کرتے نہیں دیکھا۔“

”کہہ تو دیا کہ وہ عورتوں سے اس طرح بھاگتا ہے جیسے شیر بکری سے۔“

پروین بے تماد نہیں پڑی۔

”میامیں نے کوئی بے وقوفی کی بات کہ دی ہے۔“

”شیر بھی کہیں بکری سے بھاگتا ہے۔“

”میرا مطلب یہ تھا جیسے بکری شیر سے۔“

پروین خاموش ہو گئی۔ دونوں ناپتے رہے۔

”اقبال بڑا وابیات آدمی معلوم ہوتا ہے۔“ حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”ہوں۔“

”میں نے کبھی اُسے ہوش میں نہیں دیکھا۔“

”میں تو اب اپنی زندگی سے بیزار ہو گئی ہوں۔“

”میکوں؟“

”میں ایک دلدل میں آچکھی ہوں۔ شہرت اور دولت کی لائج نے مجھے کہیں کانہ رکھا۔“

”اب بھی کچھ نہیں گزار۔“

”گرائب کیا ہو سکتا ہے۔ اقبال بڑا مکار ثابت ہو۔ اس نے مجھ سے چھ ماہ کا کانٹریکٹ کیا ہے۔“

اگر میں علیحدہ ہوتی ہوں تو مجھ پر دعویٰ دائر کر دے گا۔“

”خیر اس کے لئے بھی کوشش کی جائے گی۔“

”کیسی کوشش۔“ پروین چوک کر بولی۔

”سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ آپ قتل کے الزام سے بری ہو جائیں اس کے بعد ہم اس کے لئے بھی کوشش کریں گے۔“

”میں اب کسی پر اعتماد نہیں کر سکتی۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے۔ اگر پہلے ہی سے آپ کا یہ رویہ ہوتا تو اس کی نوبت نہ آتی۔“

”آخر آپ کیوں اتنے ہمدرد ہو گئے ہیں۔“

”اس لئے کہ ہم ایک ہی کشتی پر سوار ہیں۔ ہم بھی تو مشتبہ ہیں تا۔“

”گرائب کے خلاف ان کے پاس کوئی واضح ثبوت نہیں ہے۔“

”تو جس کے خلاف ان کے پاس واضح ثبوت موجود ہے اس کا وہ کیا بگاؤں گے۔“

”یعنی۔“

”یعنی یہ کہ اسے ثابت کر دینا کوئی مشکل کام نہیں کہ وہ چھری کسی اور نے آپ کے سوت کیس میں رکھی تھی۔“

”کیا بہمیرے گرد کوئی نیا جال بنایا جانے والا ہے۔“ پروین نے کہا۔

”اس کا فیصلہ مستقبل کرے گا۔“ حمید سکرا کر بولا۔

پروین پھر خاموش ہو گئی۔

”دیاوتی اور اقبال کے تعلقات کیسے تھے؟“

”میں ابھی تک اس کا فیصلہ نہیں کر سکی۔ البتہ اتنا جانتی ہوں کہ اقبال اس سے بہت ڈرتا تھا۔“

”کیوں؟“

”وہ اس پر چھائی ہوئی تھی۔“

”اس کی وجہ؟“

”وجہ میں نہیں جانتی۔“

”سعید بر اشریف آدمی ہے۔“ حمید نے کہا۔

”کیا آپ اسے جانتے ہیں؟“

”یہیں جان پہچان ہوئی ہے۔ میں اسے پسند کرتا ہوں۔“

”اچھا آدمی ہے۔“ پروین نے کہا۔

”لیکن وہ اقبال کو پسند نہیں کرتا۔“

”اقبال کو پسند ہی کون کرتا ہے۔“ پروین بولی۔

”بد کردار آدمی ہے۔“

”میں یہ بھی نہیں کہہ سکتی۔ دیے اسے کوئی پسند نہیں کرتا۔“

”اچھا اس دیاوتی سے کسی کی آشنا تھی۔“

”مجھے نہیں معلوم۔“ پروین نے کہا اور حمید کو گھورنے لگی۔ ”آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں۔“

”آپ کو اس دلدل سے نکالنے کے لئے۔“

”مجھے حیرت ہے کہ آپ مجھ پر اتنے مہربان کیوں نہیں۔“

”شاید آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”شاید آپ یہ بھتی ہیں کہ.....!“
حمید کچھ اور کہنے جا رہا تھا کہ ساز بند ہو گئے۔ رقص کرنے والے ادھر اور متنشر ہونے
لگے۔ حمید پر یون کے ساتھ مالتی کی جھاڑیوں کے قریب والی میزوں میں سے ایک پر بینٹھ گیا۔ وہ
ایک دیڑ کو اشارے سے بلاہی رہا تھا کہ پروین بولی۔

” واضح رہے کہ میں شراب نہیں بناتی۔“

”لا حول ولا قوۃ! تو یہاں کون فاختہ کا پنجاپنا ہے۔“

حمید نے دیڑ کو آنس کریم کا آرڈر دیا۔

پروین اسے پر خیال انداز میں گھور رہی تھی۔

”میرا خیال ہے کہ آپ میرے متعلق کوئی غلط رائے قائم کر رہی ہیں۔“ حمید مسکرا کر بولا۔

پھر دفعتاً دوسری طرف مز کر کہنے لگا۔ ”لبجھے مگر انی شروع ہو گئی۔“

”مگر انی کیا مطلب۔“ پروین چوک پڑی۔

”رام سنگھ کے آدمی ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔“

”کون رام سنگھ۔“

”وہی بوڑھا انکھر۔“

”اوہ.... تو آپ ہٹ جائیے۔“

”کیوں؟“

”وہ آپ لوگوں کو اور زیادہ ٹھک کرے گا۔“

”اچھا فرض کیجئے! اگر ہیں ہی دیاوتی کا قاعل ہوں تو۔“

”آپ انہیں.... بھلا.... آپ کیوں؟“

”امکن نہیں ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”خیر چھوڑیے۔ وہ آنس کریم بھی آگئی۔“
دونوں آنس کریم کھانے لگے۔

”دیاوتی تو گانا نہیں جانتی تھی؟“ حمید نے پوچھا۔

”نہیں....!“

”آپ بہت اچھا گاتی ہیں۔“

”شکر یہ۔“

”آپ سے پہلے بھی تو کوئی مغبیر ہی ہو گی اس پارٹی میں۔“

پروین بے ساختہ چوک کر حمید کو گھورنے لگی۔

”ہاں تھی تو۔“

”اس نے ملازمت ترک کر دی۔“

”لیکن آپ یہ سب کیوں پوچھ رہے ہیں۔“

”بھر کہوں گا کہ آپ کو اس دلدل سے ٹکانے کے لئے۔“

”آپ کون ہیں؟“

”آپ مجھے نہیں جانتی۔“ حمید سکرا کر بولا۔ ”کیپن سیم۔ ایک یونٹ کے ملکہ سرائے

رسانی کا انچارج۔“

”اوہ....!“

”لیکن اس سلسلے میں آپ کو اپنی زبان بند رکھنی ہو گی۔ میں مجرم اور پولیس دونوں کو مخالفتے میں رکھ کر اپنا کام کرنا چاہتا ہوں۔“

”تو کیا آپ بچھ جائیں گے کہاں سمجھتے ہیں۔“ پروین کے لہجے میں کپکپاہت تھی۔

”قطعاً! اسی لئے تو میں سرماد رہا ہوں۔ آپ بھی تھیں، شاید میں بھی آپ کے فن کے پچاریوں میں سے ایک ہوں اور اس طرح آپ سے متعارف ہونا چاہتا ہوں۔ نہیں بے بی میں اتنا ڈریم فول نہیں ہوں۔“

پروین حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

”اہذا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے ابھی تک جو بات پولیس سے چھپائی ہے مجھے بتائیے۔“

”میں نے کیا بات چھپائی ہے۔“ پروین نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

”نیم....!“ حمید نے اندر حیرے میں تیر پھینکا۔

”تو آپ سب کچھ جانتے ہیں۔“ وہ آہستہ سے بولی۔

”بیٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ۔“ حمید اپنے جوش پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ شاید اندر ہرے میں پھینکا ہوا تیر نشانے پر بیٹھا تھا، اس خیال سے اس کا دم کھٹنے لگا کہ اب وہ بھی فریڈی پر اپنی کار گزاری کا رعب ڈالے گا۔

”میں آپ کی زبان سے سنتا چاہتا ہوں۔“ اس نے کہا۔

پروین تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔

”جی ہاں.... وہی بھجھ سے پہلے بھیت مغزی پارٹی میں کام کرتی تھی لیکن وہ واقعہ میرے سامنے نہیں پیش آیا تھا۔“

”کون سا واقعہ؟“

”جب آپ جانتے ہی ہیں تو....!“

”ممکن ہے کوئی بات مجھے نہ بھی معلوم ہو۔“ حمید اس کی بات کاٹ کر بولا۔

”یہ واقعہ پارٹی کے ہر آدمی کو معلوم ہے لیکن..... اپنے عادات و اطوار کی بناء پر پارٹی میں اتنی مقبول تھی کہ پولیس کو بیان دتے وقت کسی نے اس واقعے کا تذکرہ نہیں کیا۔“

حمدہ پاپ سلاکا نے لگا۔ پروین تھوڑے توقف کے بعد پھر بولی۔

”شم اقبال کو بے حد چاہتی تھی اور اقبال بھی اسے چاہتا تھا، میں آپ سے لوگوں کا خیال بتا رہی ہوں۔ دیسے میں اقبال کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں رکھتی۔ ہاں تو اقبال نے شم سے شاہی کا وعدہ کیا تھا اور پھر جب ایک دن یہ بات مشہور ہوئی کہ اقبال نے دیاوتی سے شادی کر لی تو شم کی سمجھتے تک پاگلوں کی طرح اول فول بکتی رہی پھر اسی شام کو جب کہ اقبال اور دیاوتی پارٹی کے کچھ آدمیوں کے ساتھ چائے پی رہے تھے شم غصے میں بھری ہوئی اندر داخل ہوئی اس کے نہاتھ میں خیز تھا جس سے اس نے دیاوتی پر حملہ کر دیا لیکن کامیاب نہ ہوئی۔ لوگوں کا بیان ہے کہ وہ اس وقت ہوش میں نہ تھی۔ اسی رات کو سعید اسے لے کر کہیں چلا گیا۔ دوسرے دن واپسی پر اس نے بتایا کہ وہ اسے اس کی ماں کے پاس گاؤں چھوڑ آیا ہے اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ میں ہر بار ہوٹل سے باہر ہی رہی تھی لیکن آخر وہ بھجھ سے کیوں ملنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کیا تھا ضرورت بھی کیا تھی۔ میں نے سوچا ممکن ہے دیاوتی اسے گرفتار کرادینے کی کوشش

کرے جیسا کہ وہ اس واقعے کے بعد بھی کرچکی تھی، لیکن میں نے آج اقبال سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ کہتا ہے نیم کو ڈھونڈنے کا بہت ضروری ہے۔ آج بارہ بجے کے بعد ہم دونوں اسے یہاں کے ہوٹلوں اور قیام گاہوں میں تلاش کریں گے۔“

ایک اور قتل

”یہ بھی آپ نے اچھا ہی کیا کہ مجھے اپنا پروگرام بتا دیا۔“

”کیوں...؟“

”اب میں آپ کی حفاظت بھی کر سکوں گا۔“ حید نے کہا۔ ”آپ کا یہ فعل غیر دانشمندانہ ہے کہ آپ نے اقبال سے بارہ بجے کے بعد ہوٹل گردی کا وعدہ کر لیا ہے۔“
پر دین نے کوئی جواب نہیں دیا۔

”آپ کے علاوہ بھی کسی اور کو یہاں نیم کی موجودگی کا علم ہے۔“

”اس کے متعلق میں کیا کہہ سکتی ہوں۔“

”اچھا ایک اور بات؟ کیا دیا تو کارو دیہ آپ کے ساتھ بھی خراب تھا۔“

”نہیں! لیکن وہ اس بات کی کڑی گھرا رکھتی تھی کہ میں اقبال کے ساتھ کہیں جانے پاؤں۔“

”اوہ....!“ حید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”لیکن کل اس نے آپ کو کیوں نُکالا نہیں تھا۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ آپ بزرگ تفریح کہیں جا رہی ہیں۔ اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی یا نہیں کہ آپ تمہا جا رہی ہیں یا کوئی اور بھی آپ کے ساتھ جائے گا۔“

”نہیں قطعی نہیں۔“

”جیرت ہے۔“

پر دین حید کو غور سے دیکھنے لگی۔

”میا آپ انداز یہ بتا سکتی ہیں کہ وہ کس کا انتفار کر رہی تھی۔“

”اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتی! آپ پھر بھول رہے ہیں کہ اس پارٹی میں شامل ہوئے

چند ہی روز گزرے ہیں۔"

دونوں خاموش ہو گئے۔ پر دین تھوڑی دیر تک بیٹھی رہی پھر اٹھتی ہوئی بولی۔

"اچھا باب میں اجازت چاہوں گی۔"

"بہتر ہے لیکن میرے متعلق اقبال کو بھی کچھ نہ معلوم ہونا چاہئے۔"

" حتی الامکان سبی کو شش کروں گی۔"

"مُکرر یہ۔"

پر دین چلی گئی۔ حمید نے اوہر اُدھر دیکھا فریدی کی میز بیہاں سے کافی فاصلے پر تھی اور ایک سدا بہار درخت کی اوٹ میں پڑ گئی تھی۔ حمید انھ کراں کی طرف روانہ ہو گیا۔

فریدی کافی کی پیالی سامنے رکھے اور لگھ رہا تھا۔

"آج تو میں نے کمال کر دیا۔" حمید بیٹھتا ہوا بولا۔

"کے حلال کر دیا۔"

"حلال نہیں کمال۔"

"گون کمال۔ کیا احمد کمال۔ مگر وہ تو میرا ہی نام ہے۔"

"سمجھا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "خیر جتاب اس بار میدان میرے ہاتھ رہا۔"

"اچھا....!" فریدی آنکھیں بچھاڑ کر بولا۔ "میدان تمہارے ہاتھ رہا۔ گویا میدان نہ ہوا کسی آوارہ لڑکی کا ہاتھ ہو گیا۔"

"تو آپ اس وقت کچھ سننے کے موڑ میں نہیں ہیں۔" حمید اکتا کر بولا۔

"کیوں نہیں! ضرور سنوں گا۔ کچھ بھی سناؤ۔ ثمیری، داورا، اساوری، بھیرویں، بھیاں کی

ٹوکری، شیام کلیان، سوہنی حتی کہ قوالی تک سننے کے موڑ میں ہوں۔"

"کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ نیم کون ہے۔" حمید نے اکڑ کر پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں ایک خوبصورت سی لڑکی۔ اسی پارٹی میں پر دین سے پہلے مخفیہ تھی۔"

حمید حیرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"اوہ یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ اس کی علیحدگی کس طرح عمل میں آئی تھی۔ نہ وہ دیاوتی پر خیز

سے حملہ کرتی اور نہ اس کے گاؤں پہنچایا جاتا۔"

”تو آپ پہلے سے جانتے ہیں۔“ حمید نے چیپنی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ ”وفھاؤ سے خیال آیا کہ ابھی ایک اطلاع اور باقی ہے۔“
”اور کچھ۔“ فریدی نے سگار لگاتے ہوئے کہا۔

”میا آپ بتائتے ہیں کہ اقبال بارہ بجے کے بعد پر دین کو کہاں لے جائے گا۔“
”یہ بھی بہت پرانی اطلاع ہے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”وہ دونوں آج ہیم کی حلاش میں نہیں گے وہ یہیں کہیں مقیم ہے اور کئی بار پر دین سے مٹے کی کوشش کرچکی ہے اور بتاؤں تم بالکل او ہو۔ تم یہ بتائے بغیر پر دین سے کچھ نہیں معلوم کر سکتے کہ تم کسی خیالی فوجی یونٹ کے مکمل سراغ رسانی کے انچارج رہ چکے ہو۔ یہ ایک فتنی غلطی تھی خیر بہر حال مجموعی حیثیت سے یہ انتزدیو نہ انہیں رہا۔ ایک بہت زیادہ کام کی بات تم نے نہیں پوچھی۔“

حمدیہ حیرت سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا اس کے خاموش ہوتے ہی چوٹکا۔

”میا....؟“

”تمہیں یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی کہ آخر سعید ہی کیوں ہیم کو اس کے گاؤں لے گیا تھا۔ ان دونوں کے تعلقات کس قسم کے تھے۔“

”مگر آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا۔“ حمید بے چینی سے بولا۔

”میرے ہمراڈ نے بتایا ہے۔“ فریدی بہس کر بولا۔ ”میں کسی جاسوس ہاول کے سراغ رسان کی طرح سب کچھ جانتا ہوں۔“

”بتائیے تا!“ حمید اکتا کر بولا۔

”تم خود ہی بتاؤ۔“

حمدیہ فریدی کو گھورنے لگا۔

”سوچو... سوچو... ذہن پر زور دو۔“

”چھوڑیے... میں خواہ خواہ دردسری کیوں مول لوں۔“

”کوئی خاص بات نہیں تھی۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میں نے ابھی ابھی یہ ساری باتیں معلوم کی ہیں۔ میں تمہارے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا۔“

”کہاں؟“ حمید چوک کر بولا۔

”مالی کی جہازیوں میں۔“

”ہوں۔“ حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ ”بھلا اس کی کیا ضرورت تھی۔“

”ابھی کچھ ہو۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا اور بجھا ہوا سگار سلانے لگا۔

”لیکن اگر رام سنگھ کے کسی آدمی نے آپ کو جہازیوں میں پہنچتے ہوئے دیکھ لیا ہو۔“ حمید

نے کہا۔

”مکن ہے دیکھا ہو! اگر ایسا ہوا تو اور بھی اچھا ہے۔“

”کیوں؟“

”اس طرح وہ ہم دونوں کی کڑی ٹھرانی شروع کر دیں گے۔“

”اس پرے فائدہ؟“

”چھوڑو اس بحث کو۔ وہ دیکھو تمہاری چھوکریاں ادھر آری ہیں اب تمہیں چھٹی ہے،“

جانستہ ہو۔“ فریدی نے باتھہ ہلا کر کہا۔

حمدید فریدی کو گھورتا ہوا انہوں نے

رقص کی موسمی پھر شروع ہو گئی تھی۔ لوگ آہتہ آہتہ میزوں سے انٹھ کر رقص گاہ کی طرف جا رہے تھے۔ حمید اپنی جان پیچان والی لڑکیوں میں سے ایک کے ساتھ ناپنے لگا۔ اس کی طبیعت بد مزہ ہو گئی تھی۔ وہ سمجھا تھا کہ فریدی اس وقت اس کی پیٹھے تھوکے گا مگر مایوسی کے ایک ہی چھینٹے نے اس کا سارا جوش ٹھٹھا کر دیا۔

فریدی چپ چاپ بیٹھا ناپنے والوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی نظریں زیادہ تر ڈانگ پارٹی کے آرٹشوں پر پڑ رہی تھیں۔ اس وقت اقبال اور سعید کے علاوہ سب رقص میں حصہ لے رہے تھے اقبال تو نئے میں تھا لیکن سعید نہ جانے کیوں سب سے الگ تھلک ایک گوشے میں تھا بیٹھا تھا۔ اس وقت اس نے شراب بھی نہیں لی تھی۔ فریدی کی نظریں شام ہی سے اس پر تھیں۔ اس کا اندازہ تو اس نے بچھلی ہی رات کو لگایا تھا کہ وہ زیادہ پہنچنے کا عادی نہیں ہے۔

فریدی تھوڑی دیر تک بیٹھا کچھ سوچتا رہا پھر انٹھ کر سعید کی میز کی طرف بڑھا۔ سعید اسے دیکھ کر بے ساختہ چوک پڑا۔

"معاف کیجئے گا۔" فریدی بیٹھتا ہوا بولا۔ "میرا خیال ہے کہ شاید چھپلی رات کو میں اپنا سگار لائیں آپ کے کمرے میں چھوڑ آیا تھا۔"

"مجھے نہیں معلوم اور کیمبوں گا۔" اس نے فریدی کو گھوڑتے ہوئے کہا۔ "رات میری حالت خراب تھی۔ کیا آپ ہی نے مجھے میرے کمرے میں پہنچایا تھا۔"

"مجی ہاں۔"

"میں اس تکلیف کی معافی چاہتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"سعید میز پر نظریں جانے خاموش بیٹھا تھا۔"

"آپ پیاںو بہت اچھا بجاتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"مجی۔" وہ چوک کر بولا۔ پھر زبردستی مسکرانے کی کوشش کرنے لگا۔ "بس یونہی نوٹا پھر نا بجا لیتا ہوں۔ ویسے فن تو ایک بحر ذخادر ہے۔"

"چکھ بھی ہو! مجھے آپ کی پارٹی کے سارے فنکار باکمال معلوم ہوتے ہیں۔" فرمی کہا۔

سعید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے رقص کرنے والوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فریدی سگار سلاکانے کے بعد پھر اس کی طرف مخاطب ہوا۔

"اس افسوس ناک حادثے کی وجہ سے ہم اتنے اچھے پر ڈراموں سے محروم ہو گئے۔" وہ پھر بولا۔

سعید پھر چوک کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

وھنا فریدی کی توجہ اس کی طرف سے ہٹ کر رقص کرنے والوں کی طرف مبذول ہو گئی۔ پارٹی والوں میں سے ایک کم ہو گیا تھا اور اقبال بھی اپنی جگہ پر نہیں تھا۔ پھر اس نے حید کو بھی جمع سے نکل کر عمارت کی طرف جاتے دیکھا۔

"وہ صاحب جو والکن بجا تے ہیں ان کا کیا نام ہے۔" فریدی نے پلٹ کر سعید سے پوچھا۔

"وحید....!"

"وہ بھی اپنے فن کے ماہر ہیں۔ مجھے بھی والکن سے تھوڑا بہت شوق ہے۔"

سعید پھر اسے گھومنے لگا۔

"معاف کیجئے گا۔" وہ دفعتاً انتہا ہوا بولا۔ "مجھے ذرا ایک کام یاد آگیا۔ میں آپ کا سگار لائیز ضرور جلاش کروں گا۔"

"اوہ! کوئی بات نہیں۔" فریدی نے سکرا کر کہا۔ "میں تو یونہی خواہ خواہ آپ کا وقت برداشت کر رہا تھا۔"

"یہ بات نہیں۔" سعید اخلاق افادت نہیں کر بولا۔ "میں معافی چاہتا ہوں۔" وہ چلا گیا۔

فریدی کے ہونتوں پر ایک نہ اسرار مکراہست رقص کر رہی تھی۔

وہ بھی انٹھ کر ٹیلی فون بو تھے کے قریب آیا۔ تھوڑی دیر تک کھڑا ادھر اور دیکھتا رہا پھر اندر جا کر ڈائل پر نمبر ملانے لگا۔

"بیلو! کون بول رہا ہے اود ما تھر!.... میں ف بول رہا ہوں۔" بعد ازاں سے دیکھو، مجھے ابھی اور اسی وقت ایک کار چاہئے.... مگر وہ تمہاری نہ ہو.... یہاں بھجوادو.... ڈرائیور سے کہہ دو کہ کار یہاں پھیوڑ کر واپس جائے.... پہچان کے لئے مجھے کار کا نمبر بتا دو۔ ہاں.... ہاں.... کیا.... تین سو سات.... پھر.... بھی پھر کہو میں نے سنا نہیں۔ تین سو ساٹھ.... اچھا شکریہ.... مجھ تک کار واپس بھجوادوی جائے گی۔" فریدی ریسیور رکھ کر باہر نکل آیا۔ رقص گاہ میں حید سے مدد بھیڑ ہو گئی۔ وہ تھا تھا اور ایک میز پر ہاتھ لیکے کھڑا کچھ سوچ رہا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی وہ سید حاکم را ہو گیا۔

"ایک دلچسپ اطلاع۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "میں نے اس وقت ایک ایسا منزل دیکھا ہے کہ اگر بھن کا مریض ہوتا تو میرا بارٹ فل ہو جاتا تھا۔"

"ہوں؟" فریدی نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"وہ جو والکن بجا تاہے نا...!"

"وحید؟"

"ہاں.... وہی! اقبال اس وقت اس کا تعاقب کر رہا تھا اور سعید اقبال کا اور لطف یہ ہے کہ وہ تینوں اس سے بے خبر تھے کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا ہے اور پھر آخری آدمی یعنی میں نے یہ دیکھا کہ

وہ تینوں اپنے اپنے کروں میں بند ہو گئے۔

”پر دین بھی کہیں و کھائی دی تھی۔“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں۔“

”پر دین پر خاص طور سے نظر رکھنا۔“ فریدی نے کہا۔

”کیوں؟“

”پھر تم نے مجھ سے سوالات کرنے شروع کئے۔“ فریدی گھوڑ کر بولا۔ ”بُو میں کہوں وہ کرو۔“

”آپ مجھ سے کہئے کہ سر کے بل کھڑے ہو جاؤ تو کیا جس سر کے بل کھڑا ہو جاؤں گا۔“

”فضل بکواس کا وقت نہیں جاؤ۔“

اسی رات کے بارہ بجے دو کاریں پہاڑیوں میں چکرانے والی سنان سڑکوں پر فرانے بھر رہی تھیں۔ اگلی کار کی ہیئت لا یعنی روشن تھیں لیکن چھپلی کار کی ساری روشنیاں گل کر دی گئی تھیں۔ وہ دونوں کاریں اسی طرح آگے بیچھے چلتی رہیں۔ اگلی کی رفتار ست ہوتے ہی چھپلی کار روک دی جاتی۔ اگلی کار رام گذھ کے متعدد ہوٹلوں کے سامنے رک چکی تھی۔ اگلی کار میں اقبال اور پر دین تھے اور دوسری میں فریدی اور حمید! اقبال اور پر دین نے اب تک کمی ہوٹل دیکھ ڈالے تھے۔

اب ان کی کار بالی کیپ کی طرف جا رہی تھی۔ یہاں بھی وہ ایک چھوٹے سے ہوٹل کے سامنے پہنچ کر رکے یہاں قرب وجوار میں دو ایک چھوٹے موٹے کار خانے تھے جہاں رات میں بھی کام ہوتا تھا اس لئے یہ ہوٹل رات بھر کھلا رہتا تھا۔ پر دین اور اقبال اتر کر اندر چلے گئے۔ فریدی نے اپنی کار دور درختوں کے نیچے کھڑی کر دی تھی اور وہ بھی اتر کو ہوٹل کی طرف بڑھے انہوں نے لمبا سر کرنے والے سیاحوں کا حلیہ بنا رکھا تھا۔ ان کے کوٹ میلے تھے اور پتلونوں کی کریز غائب تھی۔ بالوں پر گرد جی ہوئی تھی۔ انہوں نے اپنے چہروں میں بھی تھوڑی سی تبدیلی کی تھی اور آسانی سے پہچانے نہیں جاسکتے تھے جس وقت وہ ہوٹل میں داخل ہوئے انہوں نے کاؤنٹر پر بیٹھی ہوئی ایک بوڑھی عورت کو اقبال اور پر دین سے ٹنگٹو کرتے دیکھا۔ وہ چپ چاپ ایک کونے میں بیٹھ گئے۔ اقبال ہوٹل کے رجسٹر پر جھکا ہوا تھا۔ دفلتا وہ چوک کر پر دین کی طرف مڑا۔

”یہ دستخط اسی کے ہیں۔“

فریدی نے اطمینان کا سائنس لیا اور بوزہ می خورت کو مخاطب کر کے کافی کا آڑ دیتا ہوا سگار سلاکنے لگا۔ پروین اور اقبال نے بھی انہیں دیکھا لیکن کوئی اہمیت نہ دی اور پھر دونوں رجسٹر پر جھک گئے۔

”مگر یہ ابھی تک واپس نہیں آئی۔“ بوزہ می خورت اقبال سے کہا۔

”کوئی بات نہیں، ہم انتظار کریں گے۔“ اقبال نے کہا اور پروین سمیت ایک میز کے قریب

بیٹھ گیا۔

اقبال تھوڑی دیر تک بیٹھا اور گھنٹا رہا پھر اچانک پروین سے بولا۔

”وہ میری کار پہچانتی ہے! کیوں نہ میں کار کو اندر ہیرے میں کھڑی کر آؤں... ہو سکتا ہے کہ وہ میری کار پہچان کر واپس چلی جائے۔“

پروین نے سر ہلا دیا۔ اقبال کے چلے جانے کے بعد اس نے میز پر تھوڑی تیک کر آنکھیں بند کر لیں اور حمید کری پر پہلو بدلتے لگا۔

”اوہ... ذرا دیکھئے... خدا کی قسم وہ پچوں کی طرح معصوم دکھائی دیتی ہے۔“

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا وہ خاموشی سے کافی پی رہا تھا۔

آدھا گھنٹہ گذر گیا لیکن اقبال واپس نہ آیا۔ پروین بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلتے ہی۔ اس کی نگاہیں بار بار دیوار سے گلی ہوتی گھڑی کی طرف اٹھ رہی تھی۔ پندرہ منٹ اور گذر گئے۔ دھنٹا اقبال کچھ گھبر لیا ہوا اندر واصل ہوا۔ اس نے دروازے ہی سے پروین کو اشارے سے بایا۔ پروین اٹھ کر اس کی طرف بڑھی اور وہ اس کا ہاتھ کپڑ کر باہر نکل گیا۔ بوزہ می خورت سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

فریدی نے بھی اٹھ کر بیل ادا کیا اور دونوں باہر نکل آئے۔ درختوں کے نیچے اقبال کا رشارٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا پھر وہ گالیاں بکتا ہوا نیچے اتر آیا۔

”تم اسٹریٹ میں دھکا دیتا ہوں۔“ اس نے پروین سے کہا۔ ”اس کم جنت کو بھی اسی وقت

خراب ہونا تھا۔“

اس نے کار کو دھکا دینا شروع کیا۔ لیکن یہ اکیلے اس کے بس کی بات نہ تھی۔

آخر وہ تھک ہار کر پانیداں پر بیٹھ گیا۔

"میں چاہتا تھا کہ جنمیں ہوٹل پہنچا کر پھر واپس آجائوں۔ میں نہیں چاہتا کہ پولیس اس موقعے پر جنمیں میرے ساتھ دیکھے۔"

"لیکن اسے کس نے قتل کیا؟" پروین اندر سے بولی۔ "آپ اب تک کہاں تھے؟"

"اوہ! یہ نہ پوچھو! اس کی لاش اور چنانوں میں پڑی ہوئی ہے۔ وہ ایک طرف اشارہ کر کے بولا۔" کسی نے اس کا پیٹ پھاڑ دیا ہے۔ اُف میرے خدا! ہائے کیسی کیسی حینا! میں قتل ہو رہی ہیں۔ اُوہ بے بی۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔"

"لیکن آپ اُدھر کیا کرنے گئے تھے۔" پروین نے پوچھا۔

"میں نے جیخ سنی تھی! مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ نیم کی جیخ ہے۔ میں اُدھر بھاگا گر.... آہ.... یا خدا وہ منظر میرے ذہن سے محو کر دے.... ہبے بی پھر اشارث کرو، میرا دم گھٹ رہا ہے۔"

پروین نے کار اشارث کی اس بارا بھجن اشارث ہو گیا۔

"شکر ہے۔" اقبال نے اٹھتے ہوئے کہا، پروین دوسری طرف سرک گئی اور اقبال نے اسٹریگ سنبھال لیا۔ کار چل دی۔

تحوڑی دیر چنانوں میں بھکنے کے بعد فریدی اور حمید بیچ چکے ایک لاش تک بھکنے گئے۔ یہ ایک غیر معمولی طور پر حسین اور نوجوان عورت تھی۔ کسی بیرحم نے اس کا پیٹ چاک کر دیا تھا۔ اس کے پیٹے ہوئے لباس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کافی جدوجہد کے بعد قتل کی گئی ہے۔ فریدی لاش پر جگ گیا۔ حمید کے ماتحت سے پینے کی دھاریں پھوٹ نکلی تھیں، جنہیں وہ پار بار رومال سے خٹک کر تاجراہا تھا۔

ہیرول کا ہار

دوسرے دن صبح ہوٹل میں پولیس موجود تھی۔ فریدی اور حمید اپنے کمرے میں تھے۔ دھنٹا پر نندھٹ ما تھر نے دروازے پر دستک دی۔ حمید نے دروازہ کھول دیا۔ "لو بھی ایک اور قتل۔" ما تھر بیٹھتا ہوا بولا۔

”کیا یہاں؟“ فریدی نے پوچھا۔

”نہیں.... بالی کمپ کے قریب! لیکن متول کا تعلق بھی اقبال سے ہے۔“
”یعنی۔“

”اوہ....!“

”کسی نے رات کو بالی کمپ سے اس قتل کی اطلاع فون سے دی تھی۔“
”کس نے؟“

”کسی نامعلوم آدمی نے؟“
”اچھا! فریدی کے لیے میں حیرت تھی۔“

”نیم کے کچھ کافیات کے ذریعے معلوم ہوا کہ وہ اسی پارٹی میں ملازم تھی۔“ ماہر نے کہا۔
”وہ بالی کمپ کے کمپ ریفرشوں میں نظر ہوئی تھی۔ ہوش کی مالکہ کا بیان ہے کہ کل رات کو
ایک بجے کے بعد ایک عورت اور ایک مرد اس کی حلاش میں آئے تھے۔“

”تو ان دونوں کا پتہ چلا۔“ فریدی نے کہا۔

”نہیں.... ابھی تک نہیں چل سکا۔“ ماہر بولا۔ ”رات سے اب تک جاگ رہا ہوں۔
تریا چھ ماہ سے رام گذھ میں اس قسم کے جرام نہیں ہو رہے تھے۔ ریکارڈ اچھا خاصہ تھا۔ نہ
جانے کیک بیک کیا ہو گیا اور ہاں ایک نئی بات سنو۔ ایک بار اس نیم نے دیاوتی پر قاتلانہ حملہ کیا
تھا۔“

”کیا....؟“ حید نے حیرت ظاہر کی۔

”پارٹی کے دوسرے آدمی سے یہ بات پوچھ چکے کے دوران میں معلوم ہوئی اور پھر سب نے
اس کی تصدیق کر دی۔ ذرا سوچ تو کہ یہ کتنی اہم بات تھی۔ اسے تو پہلے ہی معلوم ہونا چاہئے تھا۔“
”قطعی۔“ فریدی سر ہلا کر بولا۔ ”لیکن یہ بات کس نے بتائی۔“

”وحید نے جو پارٹی میں واٹلن بجا تاہے۔“

فریدی نے حید کی طرف دیکھا، جو حیرت سے ماہر کو دیکھ رہا تھا۔

”اس کیس نے جو جگہ دیکھا، جو حیرت سے ماہر کو دیکھ رہا تھا۔“
یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ نیم اقبال سے شادی کرنا
چاہتی تھی۔ خود اقبال نے اس کا اعتراف کر لیا ہے۔ اچاک دیاوتی درمیان میں آجائی ہے۔“

"تو کیا اقبال بھی نیم کو چاہتا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"مکمل کر دیں۔ اگر وہ اسے چاہتا ہی ہوتا تو دیا واقعی سے کیوں شادی کر لیتا۔" ماصر ملکرا کرنے والا۔
فریدی بھی مسکرائے لگا۔ "وہ سوچ رہا تھا کہ ان سب باتوں کے معلوم ہو جانے کے باوجود
بھی پولیس کو دیا واقعی اور اقبال کی شادی کے متعلق صحیح معلومات کیوں نہیں۔"

"دوسری حیرت انگیز بات۔" ماصر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "پارٹی والے کہتے ہیں کہ نیم شادی
شدہ نہیں تھی۔"

"کیا مطلب....؟" فریدی چوک کر بولا۔

"لیکن وہ شادی شدہ تھی۔" ماصر نے اپنی جیبوں کو نٹولتے ہوئے کہا۔ "یہ رہاں کی شادی کا
سرٹیفیکٹ۔"

ماصر نے ایک لفافہ فریدی کے سامنے ڈال دیا۔ فریدی دیر یک لفافے کے اندر کے کاغذات
کا جائزہ لیتا رہا۔

"یہ جھمیں ملا کہاں سے۔" فریدی نے پوچھا۔

"مقتولہ کے سوت کیس سے۔"

"ابھی یہ بات پولیس کے علاوہ کسی اور پرتو ظاہر نہیں ہوئی۔"

"نہیں۔"

"ٹھیک! اچھا تو دیکھو! ابھی اس کا تذکرہ کسی سے منٹ کرنا۔"

"کوہ تو کیا تم....؟" ماصر اچھل کر بولا۔

"ہاں ہاں میں کل رات کو جنک نہیں مارتا پھر اے۔" فریدی نے سگار لٹکاتے ہوئے کہا۔

"یعنی....؟"

"اے بھی کچھ نہیں بتا سکتا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "پارٹی کے ہر آدمی پر پابندی لگادو کر
وہ بغیر اجازت ہوئی کی عمارت کے باہر قدم نہ لکالے۔"

"وہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔" ماصر نے کہا۔ "لاش دستیاب ہے اور مقتولہ کی شناخت
ہونے کے بعد ہی سے ان پر یہ پابندی لگادی گئی ہے۔"

"اچھا تواب ایک کام کرو۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ان سب کو ایک جگہ بلااؤ انہیں کے

ساتھ ان لوگوں کو بھی بلاو جن پر دیاوتی کے سلسلے میں شہر کیا جا چکا ہے۔ یعنی ہمیں.... ہم سے دو چار ائے سیدھے سوالات کرنے کے بعد نیم کی نہ اسرار شادی کا تذکرہ چھیڑ دینا۔ بس پھر میں دیکھ لوں گا۔"

فریدی بولتے بولتے یک لخت خاموش ہو گیا اس کے ماتھے پر اجری ہوتی سلوٹس اور سلٹی ہوتی آنکھیں جیخ جیخ کر کہہ رہی تھیں کہ وہ اس دوران میں کسی خاص نتیجے پر پہنچا ہے۔ "بس اب جاؤ۔" اس نے ماختر کی طرف مڑ کر کہا۔ "کافی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ان کے سامنے گفتگو کرتے وقت یہ قطعی بھول جانا کہ میں تمہارا دوست ہوں یا تم مجھے جانتے ہو۔" ماختر معنی خیز انداز میں سر ہلانا ہوا چلا گیا۔

"لو بیٹے حمید صاحب! ایک نئی بات۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "نیم شادی شدہ تھی اور اس کے باوجود بھی اقبال سے شادی کرنا چاہتو تھی۔ شادی کا سر شیقیث روپ مگر کے مجری یہ کاتھا۔ شوہر کا نام جاوید افغان تھا۔"

"کیا وہ سر شیقیث اقبال اور دیاوتی کی شادی سے پہلے کا ہے۔" حمید نے کہا۔ "قطعی۔" ایک ہفتہ قبل کا اور اس نے دیاوتی پر قاتلانہ حملہ ان کی شادی کے بعد کیا تھا۔ "تو پھر....!"

"اس سے تو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس حملے کی وجہ رقابت رہی ہو۔" "پھر....!"

"یہی تو دیکھنا ہے۔"

"لیکن ماختر کو اس قسم کی ہدایات کیوں دی ہیں۔" حمید نے پوچھا۔ "و دیکھتے جاؤ۔" فریدی آہستہ سے بولا اور اٹھ کر ٹھلنے لگا۔

حمدی بھی کچھ سورج ارمہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بولا۔

"بے چاری پروین کو کیا ہو گا؟"

فریدی اُسے نہ ڈیال انداز میں دیکھتا ہوا بینجھ گیا۔

وفتحا در روازے پر کسی نے دستک دی۔ یہ ایک پولیس کا نشیبل جو پر نندن نش ماختر کے حکم کے مطابق ان دونوں کو بلانے کے لئے آیا تھا۔

”تمہارے انپکٹر رام سنگھ کہاں ہیں۔“

”بالی یکپ۔“

”یکپ روپر شو میں۔“

”ہاں۔“

”اچھا تو تم چلو۔“

فریدی اور حمید نے اتار کر ہال میں جانے کے بجائے باہر چلے گئے۔ فریدی تیز تیز قدموں سے ٹیلی فون بو تھے کی طرف جا رہا تھا۔

”تم یہیں نہ ہو۔“ اس نے حمید سے کہا اور بو تھے کادر واژہ کھوں کر اندر رچا گیا۔

”بیلو...!“ اس نے ماڈ تھے پیس میں کہا۔ ”اوہ اچھا، رام سنگھ کو فون پر بلاو۔ رام سنگھ! میں ماتھر بول رہا ہوں۔ ہوٹل کی مالکہ کو لے کر فوراً آؤ! بھر ادا نیز میں۔“

حمد حیرت سے اس کی آواز سن رہا تھا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی اس وقت کسی قسم کی وضاحت کے موڑ میں نہیں ہے۔

دونوں اس کرے میں داخل ہوئے جہاں ڈانسٹ پارٹی کے سارے افراد اکٹھا تھے۔ اقبال اور پروین ضرورت سے زیادہ ست اور لا غر نظر آرہے تھے۔ ماتھر نے فریدی اور حمید کو گھوڑ کر دیکھا۔

”آپ لوگ کا نشیل کے ساتھ ہی کیوں نہیں آئے۔“ ماتھر نے پوچھا۔

”مجھے افسوس ہے۔“ فریدی قدرے جھک کر بولا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ ماتھر اس احتجوں کی طرح گھوڑ رہا تھا۔

حمدیکے پیٹ میں لڑو پھوٹ رہے تھے۔ نہ جانے اس نے کس طرح اپنی فہمی ضبط کر رکھی تھی۔ ماتھر اس وقت اس دنیا کا اجتنی ترین آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ اتنا تحریک کا رہ ہونے کے باوجود بھی وہ اجنبیت کی ایکنٹک نہیں کر سکتا تھا۔ فریدی الگ بور ہو رہا تھا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں اس کی ساری اسیم ہی چوپٹت ہو جائے۔

وڌھا ایک سب انپکٹر کرے میں داخل ہوا۔ اس نے ماتھر کے ہاتھ میں کوئی چیز دیتے ہوئے آہستہ آہستہ کچھ کہنا شروع کیا۔ ماتھر کی پیشانی پر سلوٹیں ابھری آری تھیں۔ بھر اس نے سر کے

اشارے سے سب اسکے کو وہاں سے ہٹا دیا۔ ماتھر کی ہتھیلی پر سونے کا ایک چھوٹا سا پھول تھا جس کے درمیان ایک ہیرا جگہ گار باتھا۔

”اوہ....!“ اقبال بے اختیار انہ اچھل پڑا۔

”کیوں؟ کیا اسے پہچانتے ہو۔“ ماتھر نے کڑے لجھ میں پوچھا۔

”کیوں نہیں.... یہ دیاوقتی کے ہار کا معلوم ہوتا ہے۔“

”لیکن جانتے ہو یہ کہاں ملا ہے؟“ ماتھر نے پوچھا۔

اقبال اسے احتمالوں کی طرح گھورنے لگا۔

”یہ نیم کی داہنی مٹھی میں جکڑا ہوا تھا اور ابھی پوسٹ مارٹم کے وقت نکلا گیا ہے۔!“

”اوہ.... لیکن.... لیکن۔“ اقبال خوفزدہ نظر وہ سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

دفعہ فریدی کی نظریں ایک آدمی کی طرف اٹھیں، جو حیرت سے آنکھیں پھاڑے خلائیں

گھور رہا تھا۔

”میں نہیں جانتا کہ وہ اس کے ہاتھوں میں کیوں نکر پہنچا۔“ اقبال آہستہ سے بڑھ لیا۔

”کیا یہ تمہارا خریدا ہوا تھا؟“ ماتھر نے پوچھا۔

”نہیں.... میں نہیں جانتا کہ وہ اس سے کہاں سے ملا تھا لیکن وہ اکثر اسے پہنا کرتی تھی۔“

”ضروری ہے کہ یہ دیاوقتی ہی کا ہو۔“

”میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔ لیکن وہ ہر اس کے زیورات میں موجود نہیں ہے۔“

”تو اس کی اطلاع پولیس کو پہلے ہی کیوں نہیں دی گئی۔“ ماتھر کڑ کر بولا۔

”ممکن ہے وہ اسی ہار کے لئے قتل کی گئی ہو۔“ آپ کے خلاف فی الحال دو چارج ہیں۔ ایک

تو یہ کہ آپ نے پولیس کو اس سے بے بخبر رکھا کہ دیاوقتی پر اس سے قبل بھی ایک بار قاتلانہ حملہ ہو چکا ہے۔ دوسرا ہماری گشادگی کو چھپا۔“

ماتھر تھوڑی ذیر بحکم کچھ سوچتا رہا پھر سب آدمیوں کو مخاطب کر کے بولا۔ ”کیا آپ میں سے کوئی یہاں نیم کی موجودگی سے باخبر تھا۔“

کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن پر دین کے ہوتھ مختصر باتہ انداز میں مل رہے تھے۔

”تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟“ ماتھر نے اس کی طرف مز کر پوچھا۔

”میں جانتی تھی۔“

”تو پھر اسے اب تک چھپا کیوں؟“

”میں کیا کر سکتی تھی۔ اس کے متعلق ساری باتیں میں نے سنی تھیں۔ یہاں وہ لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے اسے دیاوتی پر حملہ کرتے دیکھا تھا جب انہوں نے کچھ نہیں بتایا تو۔“
”مگر یہ تمہارا فرض تھا۔“ ماختر کا لہجہ قدرے نرم تھا۔ ”لیکن تمہیں اس کی موجودگی کا علم کیوں کھر ہوا تھا۔ تم پہلے بتا چکی ہو کہ تم اسے پہچانتی نہیں تھی۔“

”وہ مجھ سے ملتا چاہتی تھی۔ وہ جب بھی یہاں آئی اتفاق سے میں نہ ملی۔ اس کے متعلق اسی نے مجھے فون پر بتایا تھا جس دن دیاوتی قتل ہوئی ہے اسی شام کے لئے اس نے مجھے شار دا پارک میں ملنے کی دعوت دی تھی۔“

”لیکن وہ تم سے کیوں ملتا چاہتی تھی۔“

”یہ اس نے نہیں بتایا تھا۔“

”تمہیں اس کی موجودگی کا علم تھا۔“ ماختر نے اقبال سے پوچھا۔

”پروین ہی نے مجھے دیاوتی کے قتل کے بعد بتایا تھا۔“ اقبال نے پہنچاتے ہوئے کہا۔

”اور اس پر بھی.....“ ماختر پھر گر جائیں اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ کیونکہ وہ اچانک رام سنگھ کی طرف مخاطب ہو گیا، جو دروازے میں کھڑا کھاناں رہا تھا۔

”حضور وہ آگئی ہے۔“ رام سنگھ نے کہا۔

”کون؟ کیا مطلب۔“

”مسز بولڈو۔“

”کیوں؟ کیا میں نے اسے بلا�ا تھا؟“ ماختر کے لمحے میں حیرت تھی۔

”حضور نے ابھی فون پر۔“

”میں نے۔“ دفعتاً ماختر کی نظریں فریدی کی طرف اٹھ گئیں، جو اپنے مخصوص انداز میں مکر ارہا تھا۔

”بلاو..... بلاو اسے۔“ ماختر گزر گزرا کر بولا۔

ہوٹل کی مالکہ کرے میں داخل ہوئی وہ کچھ خائنگی نظر آری تھی جیسے ہی اس کی نظریں

پروین اور اقبال پر پریں اس کے منہ سے بے ساختہ جیخ نکل گئی۔
”بھی دونوں تھے۔“ اس نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔
”میا...؟“ ماصر چیجانہ انداز میں بولا۔

”بھی دونوں کل رات کو متول کی ٹلاش میں تھے۔“
”تیراچار ج۔“ ماصر گرن کر بولا۔

اقبال اور پروین کے چہروں پر ہوانیاں اڑ دی تھیں۔ اقبال آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے نکل گیا۔

”معاملہ صاف ہو گیا۔“ ماصر حاضرین پر فاتحانہ انداز میں نظریں ڈالتا ہوا غریباً۔ ”ہیروں کے ہد کے لئے نیم نے دیادتی کو قتل کیا اور نیم کو کوئی قتل کر کے اس سے وہ بار لے گیا۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ کون ہے۔“

اس نے پھر خاموش ہو کر چاروں طرف نظریں دوزائیں سب کے منہ فتح ہو رہے تھے۔
”میں جانتا ہوں! وہ کون ہے۔“ وہ آہستہ سے بربادیا۔ پھر اقبال کی طرف ڈرامائی انداز میں اشارہ کر کے چیخا۔ ”وہ تم ہو! اور تم.... لڑکی۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں تم اس سازش میں برا بر کی شریک تھی۔“

پروین کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ اس نے بے بی سے حمید کی طرف دیکھا جو دل ہی دل میں فریبی پر تاذکہ رہا تھا۔

”اور....!“ ماصر مکار انداز میں مسکرا کر بولا۔ ”مجھے ایک سوال کا جواب چاہئے۔“

لوگ مستفرانہ نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”کیا نیم شادی شدہ تھی۔“ ماصر نے کڑک کر پوچھا۔

”ہر گز نہیں.... ہر گز نہیں۔“ کئی آوازیں آئیں۔

”وہ شادی شدہ تھی۔“ ماصر پھر ڈرامائی انداز میں مسکرایا۔

انہماں پریشانیوں کے باوجود بھی اقبال اور پروین کی آنکھیں متھرانہ انداز میں اپنے حلقوں سے افل پڑیں۔

”وہ جاوید کی بیوی تھی۔“ ماصر کے منہ سے جملہ نکلتے ہی فریبی کی تجز نظریں مجھ پر دوڑتی

چلی گئیں اور پھر و فتحا وہ انٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”کیوں؟“ ماتھر تھیر آمیز لپھے میں بولا۔

”جاوید افغان میں ہی ہوں۔“ فریدی بھرا ائی ہوئی آواز میں رک رک بولا۔

پُر اسرار شوہر

اچانک ایک دھشیانہ قبیله سائی دیا۔ اتنا وحشت خیز کہ سننے والوں کے رو گئے کھڑے ہو گئے۔ پارٹی پیانٹ سعید بے تحاشہ نہ رہا تھا اور پھر ایک جھنگی کے ساتھ اس کی گردان کرسی کی پشت سے چاٹکی۔ اس کی سرخ سرخ آنکھیں حلقوں سے ابھری پڑ رہی تھیں۔ سارے چہرے پر عجیب سی تشنی کیفیت طاری تھی۔ وفتحا وہ چینچنے لگا۔ ”تم جاوید افغان ہو مکار.... فرمی..... قاتل.... سازشی.... میرا سب کچھ برپا ہو گیا۔ میں ایک ایک کو چن چن کر قتل کر دوں گا۔ جھوٹے تم جاوید افغان ہو۔ میرے منہ پر یہ جرأت۔“

اور پھر وہ چکر اکر زمین پر آرہ۔

ماتھر کی حالت قابل دید تھی۔ جیسے کسی نے سر بازار اسے چپت رسید کر دی ہو۔ بھی وہ فریدی کی طرف دیکھتا تھا اور بھی بے ہوش پیانٹ کی طرف۔ پروین اور اقبال تو شاید یہ بھی بھول گئے تھے کہ ان پر قتل کا الزام عاید کیا گیا ہے۔

”ڈاکٹر۔“ وفتحا ماتھر نے رام نگہ کی طرف مژ کر کھل۔ پھر اچانک اسے کچھ خیال آیا اور وہ مصنوعی نہیں کے ساتھ فریدی کی طرف مژ۔

”میں اس کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”اس کا مطلب تو وہی سمجھائے گا۔“ فریدی نے بے ہوش پیانٹ کی طرف اشارہ کر کے لاپرواں سے کھا اور بینچ کر سگار سلاکانے لگا۔

”میرے اجازت کے بغیر کوئی کرے سے نہیں جائے گا۔“ ماتھر نے حاضرین کی طرف دیکھ کر کھل۔

دو تین آدمیوں نے سعید کو فرش سے اٹھا کر ایک صوفے پر ڈال دیا۔

حید کی نظریں پر دین پر جوی ہوئی تھیں۔ پر دین بھی اس کی طرف دیکھنے لگی اور حید بے احتیار مکراپڑا۔ فریدی کی ساری اسکیم اب آہستہ اس کی سمجھ میں آرہی تھی۔ پہلے تو وہ سمجھا تھا کہ شاید اس نے کسی غلط فہمی کی بناء پر پر دین کو جذب نہ کی کوشش کی ہے ورنہ اس وقت اس طرح ہوٹل کی مالکہ کو بلانے کی کیا وجہ ہو سکتی تھی۔ مگر اب وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ فریدی سے کسی غلطی کی توقع رکھنا سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی توقع سے کم احتمانہ نہیں ہے۔

کمرے میں سنانا چھایا ہوا تھا۔ لوگوں کے سانس لینے کی آواز کے علاوہ اور کسی حرم کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ ایک جمود ساطاری تھا۔ ہر شخص اپنی جگہ پر جم کر رہا گیا تھا صرف تحریر میں ڈوبی ہو آگئیں ایک دوسرے کی طرف اٹھ رہی تھی۔

تحوڑی دیر بعد ڈاکٹر آگیا۔ اس نے بتایا کہ سعید کی بیہوٹی کسی غیر متوقع اضطراری فعل کا نتیجہ ہے وہ اسے ایک انگوشن دے کر چلا گیا۔ سب کی نظریں سعید کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ حمد نے فریدی کی طرف دیکھا جو اپنے گرد و پیش سے بے خبر خیالات میں ڈوبا ہوا سارکا گنجان دھوان بکھیر رہا تھا لوگ حیران تھے کہ آخر وہ کیا چاہتا ہے۔ وہ کون ہے جو خود کو ان حادثات سے متعلق ظاہر کر رہا ہے؟ اور اس کی حرکات کا جو رد عمل سعید پر ہوا ہے کیا معنی رکھتا ہے۔

آہستہ آہستہ وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ پھر وہ اٹھ کر بیٹھا لیکن اس کے چہرے پر ابھی تک دیواری کے آثار تھے وہ فریدی کو خوفی نظر دیں سے گھور رہا تھا۔

”ان سب کو ہٹا دیجئے۔“ اس نے ماختر سے کہا۔ ”لیکن یہ جھوٹا! اسے سینیں رہنا چاہئے، میں اس کی بیٹیاں اڑا دیں گا.... قاعی.... سازشی۔“

حید حیرت سے کبھی فریدی کی طرف دیکھتا اور کبھی سعید کی طرف! فریدی کی حالت میں کوئی تحریر واقع نہیں ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ سن ہی نہ رہا ہو۔

ماختر نے حید اور فریدی کے علاوہ سب کو کمرے سے ہٹا دیا۔

”تم جاوید افغان ہو۔“ سعید فریدی کی طرف مکاتاں کر بولा۔

فریدی مکراپڑا اور سعید کے منہ سے گالیوں کا طوفان امنڈ نے لگا۔

”تمہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ تم جاوید افغان ہو۔“

”میں ثابت کر دوں گا۔“ فریدی نے لاپرواٹی سے کہا۔

سعید پھر اسی خوفناک انداز میں چلے۔

”تم جاوید افغان کے سامنے کہہ رہے ہو کہ تم جاوید افغان ہو۔“ سعید نے کہا۔

ماختر بے ساختہ اچھل پڑا۔

”اگر واقعی تم جاوید افغان ہو تو اس کا ثبوت پیش کرو۔“ ماختر کے لجھے میں کپکپاہٹ تھی۔

”ثبوت! اگر آپ اس کا ثبوت چاہتے ہیں تو آپ کو میرے ساتھ کرے سک چلتا پڑے گا۔“

سعید انہیں اپنے کرے میں لے گیا۔ وہ ابھی تک فریدی کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا

تھا۔

”یہ رہا میرا پاسپورٹ۔“ اس نے اپنالپا پاسپورٹ سوٹ کیس سے نکال کر ماختر کے سامنے ڈال

دیا۔ اس پاسپورٹ میں جو صحیح سعید ہی کی تصویر لگی ہوئی تھی اور نام ”جواوید افغان“ درج تھا۔

ماختر نے گھور کر فریدی کی طرف دیکھا۔

”لیا ایک نام کے دو آدمی نہیں ہو سکتے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ”میرا پورا نام عابد جاوید

ہے۔ آباد اجداد کا وطن افغانستان تھا یہ اور بات ہے کہ میں نیم کا شوہرن ہوں۔“

”اوہ تم....!“ سعید منھیاں بھینچ کر بولا۔ ”تم کسی نہ کسی طرح ان حادثوں کی سازش سے

ضرور تعلق رکھتے ہو۔“

”غیر ضروری باتیں نہیں۔“ ماختر نیک لجھے میں بولا۔ ”بینہ جاؤ! تمہارے ساتھی تمہارے

صحیح نام سے کیوں نہ اوقاف ہیں اور تم نے رات ہی کیوں نہیں بتایا تھا کہ نیم تمہاری بیوی تھی۔“

”یہ ایک لمبی داستان ہے۔“ اس نے مضمحل آواز میں کہا اور اپنا منہ چھپا کر بچوں کی طرح

پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

ماختر حمید اور فریدی ایک دوسرے کا منہ سک ہے تھے۔ ماختر کی پیشانی کی سلوٹیں غائب

ہو گئی تھیں اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ دھنٹا خود ہی سعید نے سر اٹھا کر کہا۔

”نیم میری بیوی تھی۔“

”اور اس کے باوجود بھی وہ اقبال سے شادی کرنا چاہتی تھی۔“ ماختر نے پوچھا۔

”ہاں....!“

”اور اسی لئے تم نے جلا کر اسے قتل کر دیا۔“ فریدی بولا۔

”یہ غلط ہے قطعی غلط ہے۔“ سعید آہست سے بڑو بولی۔ ”میں اسے کس طرح قتل کر سکتا ہوں جب کہ میں اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔“

”لیکن تم نے یہ بات رات ہی کیوں نہیں بتائی۔“ ماختر نے کہا۔

”میرا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ میں اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ مجھے تو اسی پر تعجب ہے کہ اس کے مر جانے کے بعد میں کس طرح زندہ ہوں۔ آپ دوسرا شادی کے لئے کہتے ہیں اگر دو ایک بار شارع عام پر نکلی ہو کر بھی ناچلتی تب بھی میں اسے پوچھا رہتا۔“

”لیکن دیاوقتی کے ہار کا پھول۔“

”وہ ہمارا دیاوقتی کا نہیں تھا۔“ سعید ماختر کی بات کا نتا ہوا بے اختیار بولا۔

”دیاوقتی کا نہیں تھا۔“

”ہاں وہ نیم ہی کا تھا۔ میں نے ہی خرید کر اسے دیا۔ شادی کا تھا۔“ سعید کی آواز پھر بھر گئی اور اس کی آنکھوں سے آنسو جھلک آئے۔

”تم نے خریدا تھا۔“ ماختر کے لمحے میں حرمت تھی۔ ”کیا قیمت تھی۔“

”میں ہزار روپے۔“

”میں ہزار روپے کا تم نے خریدا تھا؟“ ماختر نے طریقے لمحے میں دہر لیا۔

”خریدی بات بھی ثابت کئے دیتا ہوں۔“ سعید اٹھتا ہوا بولا۔ اس نے اپنا سوٹ کیس کھولا اور چند ٹائٹنے کے بعد ماختر کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا ٹکڑا دیتے ہوئے کہا۔ ”یہ رہی رسید روپ مگر کے سب سے بڑے جو ہری کے یہاں سے خریدا گیا تھا کیا اس پر وہی نارنگ ہے جس میں ہماری شادی ہوئی تھی.....“ ماختر فریدی اور حمید اسے حرمت سے دیکھنے لگا۔

”لیکن تمہارے پاس اتنی رقم کہاں سے آئی؟ یہاں جسمیں کتنی تنخواہ ملتی ہے۔“ ماختر نے

پوچھا۔

”تنخواہ..... یہاں کی تنخواہ شاید میری سگرٹوں تک کا بارہہ سنبھال سکے۔“

”پھر....!“

”ریلوے کے اسٹیشنوں کی افغان ریفر شمنٹ سروس سے واقف ہیں۔“

”ہاں....ہاں....!“ ما تمہر چونکہ کربولا۔

”وہ افغان میں ہی ہوں۔“

”تم....!“ ما تمہر اچھل کر بولا۔ اور یہاں....اس حال میں.... مجھے یقین نہیں.... مجھے اس جاوید افغان سے ملتے کا اتفاق نہیں ہوا یہیں وہ بہت بڑا آدمی ہے۔“

”وہ چھوٹا آدمی میں ہی ہوں۔ میرے لئے اب عزت اور دولت میں کوئی فرق نہیں رہ گیا۔“
”نیم کے بعد میں زندگی میں کوئی کشش نہیں محسوس کرتا۔“
کمرے میں سنانا چھا گیا۔

”بہر حال۔“ ما تمہر اپنے خلک ہوتوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔ ”آپ کی پوزیشن بہت خراب ہو گئی ہے۔“

”میں سمجھتا ہوں۔“ سعید نے کہا۔ ”اسی الجھادے نے میری زبان بند کر کھی ہے۔ لیکن اب مجھے سب کچھ بتانا ہی پڑے گا۔“

”ٹھہریے۔“ ما تمہر اٹھتا ہوا بولا۔ ”میری تحریری بیان چاہتا ہوں۔“

اس نے دروازے میں جا کر ہیئت محرر کو آواز دی۔

اور پھر تحوڑی دیر بعد سعید اپنا بیان قلم بند کرا رہا تھا۔

”آج سے تین سال پہلے کی بات ہے۔“ وہ گلا ساف کر کے بولا۔ ”نیم میری بھتیجیوں کو پیانو سکھانے کے لئے آیا کرتی تھی۔ اس وقت اس کا تعلق پارٹی سے نہیں تھا۔ میں اس میں دلچسپی لینے لگا۔ وہ ایک سنجیدہ لڑکی تھی اس لئے اس سے گفتگو کے موقع کم نصیب ہوتے تھے۔ لہذا میں نے بھی اس سے پیانو سیکھنا شروع کر دیا۔ اس طرح کم از کم میری اس خواہش کی تسلیم ہو جاتی تھی کہ میں اس سے کچھ دیر گفتگو کر سکوں۔“

”ٹھہریے۔“ ما تمہر ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”آپ نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کہاں رہتی تھی اس کے والدین کون تھے؟ کہاں تھے۔“

”یہ خود مجھے بھی معلوم نہیں۔ اس نے کبھی نہیں بتایا البتہ میرا مستقل قیام دلاور گھر میں، تا تھا۔ وہیں اس نے ہمارائیش شروع کیا تھا۔ ہاں تو وہ ہمیشہ واجبی ہی گفتگو کیا کرتی تھی اس کا رکھاڑا کچھ اس قسم کا تھا کہ میں اٹھا رہ عشق کی جرأت کبھی نہ کر سکا۔ ایک سال تک ہمارائیش کرنی

رہی اور آپ کو یہ سن کر تجھ بہاگ کہ ہماری گفتگو کبھی رسمیات سے آگئے نہ بڑھی۔“

سعید بولتے بولتے خیالات کی رو میں نہ جانے کہاں بھلک رہا تھا۔ دفعتہ ما تمرنے اسے نوکا۔

”آپ پارٹی میں کس طرح آئے۔“

”یعنی بتانے جا رہا ہوں۔ وہیں سے میری اس کی بد بختی کا دور شروع ہوتا ہے۔ انہیں دونوں دلاور گھر میں اقبال کی ڈانسک پارٹی اپنے کمالات کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ ایک دن ہمیں نیم نے اطلاع دی کہ اب وہ ہمیں سبق نہ دے سکے گی کیونکہ وہ اقبال کی ڈانسک پارٹی میں شامل ہو گئی ہے۔ مجھے اس خبر سے بڑا دکھ پہنچا اور میں نے تہبیہ کر لیا کہ اس پر اپنی محنت ظاہر کر کے روکنے کی کوشش کروں گا۔ میں نے اسے سب کچھ ہتادیا۔ شادی کی درخواست کی جو تہبیت سردمہری اور بے تکلفی سے ٹھکر دی گئی۔ اس پر اپنے فن کے مظاہرے کا بھوت سوار تھا وہ چلی گئی اور میں قریب قریب دیوانہ ہو گیا۔ میں نے لاکھ چاہا کہ اس کا خیال دن سے نکال دو گھر ناکام رہا۔ آخر میں نے دیوانہ وار ڈانسک پارٹی کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیا۔ آج میں اس شہر میں کل اس شہر میں۔ نیم نے اکثر مجھے اس سے باز رکھنے کی کوشش کی مگر مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اتفاق سے پارٹی کے پیانٹ کا اقبال سے کسی بات پر جھکڑا ہو گیا اور اس نے اقبال کی ملازمت ترک کر دی۔ میرے لئے میدان صاف تھا۔ میں نے ٹرائیل دے کر پیانٹ کی جگہ حاصل کر لی۔ اس زمانے میں دیاولتی اور نیم کے علاوہ کئی لڑکیاں اور بھی تھیں..... خیر..... کچھ دونوں بعد میں نے محسوس کر لیا کہ نیم اقبال کی بے طرح چاہنے لگی ہے۔ میرا لکھیج خون ہو گیا مگر میں..... خاموش رہا لیکن ایک بات آج تک میری سمجھ میں نہ آئی کہ نیم نے کسی کو میری اصلاحیت سے آگاہ کیوں نہیں کیا تھا۔ بڑی عجیب و غریب عورت تھی۔ میں اسے آج تک نہ سمجھ سکا۔۔۔۔۔ میں۔“

وہ پھر بینکنے لگا لیکن ما تمرنے کے نوکنے پر منجل گیا۔

”قصہ کوتاہ اداہ چاہتی تھی کہ اقبال اس کے ساتھ شادی کر لے۔ مگر اقبال ایک کھلنڈر آدمی تھا۔ اسے شادی کی پابندیاں پسند نہیں تھیں اس لئے وہ اسے ٹالتا رہا۔ ایک شام..... میں..... نیم، اقبال اور دیاولتی ایک جگہ بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے۔ دفعتہ دیاولتی اقبال پر برس پڑی۔ اس کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ اقبال کے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ اگر اقبال نے اس کے ساتھ شادی نہ کر لی تو وہ قانونی چارہ جوئی کرے گی..... اقبال گھبرا گیا۔ اس میں ایک خاص بات یہ ہے۔

کہ وہ اپنی بدناتی کی بہت ڈرتا ہے۔ حالانکہ اخلاقی اعتبار سے اُسے کبھی شریف نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس نے گھبراہٹ میں نیم کے سامنے ہی شادی کا وعدہ کر لیا۔ میں نیم کی حالت دیکھ رہا تھا۔ اس کے منہ پر ہوانیاں اڑ رہی تھیں۔ وہاں سے ہٹنے کے بعد اس نے اچانک مجھ سے درخواست کی کہ میں اس سے شادی کرلوں۔ وہ شدید غصے میں معلوم ہو رہی تھی۔ میری تو مراد بر آئی۔ میں نے نکاح کی تجویز پیش کی جسے اس نے رد کر دیا اس کے خیال کے مطابق آرٹشوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ دوسرے ہی دن ہم نے رُوپ گھر جا کر سول میرج کر لی۔ وہیں میں نے اس کے لئے وہ ہار خرید ل۔ شب عروہ میانے کے لئے ہم ایک ہوٹل میں مخفہ گئے۔ لیکن جب میں رات کو اس کے پاس پہنچا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رورہی تھی۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ جس وقت اس نے میرے ساتھ شادی کی تھی وہ غصے سے پاگل ہو رہی تھی۔ وہاب بھی اقبال کو چاہتی ہے اور اسے توقع ہے کہ ایک نہ ایک دن اقبال اس کے ساتھ ضرور شادی کر لے گا۔ اس نے مجھ سے رو رو کر الجما کی کہ میں اسے ہاتھ نہ لگاؤں۔ میری حالت کچھ عجیب ہی ہو رہی تھی۔ میں انتہائی غصے کے عالم میں باہر نکل آیا اور رات ایک دیر ان پارک میں جا کر گزاری۔ دوسرے دن ہم پھر واپس آگئے جہاں پارٹی میتم تھی۔

”کہاں؟“ ماتھر نے پوچھا۔

”رنجیب گھر۔“

”پھر کیا ہوا۔“ ماتھر نے بے چینی سے پوچھا۔

”ہم دونوں اجنیوں کی طرح زندگی گزارنے لگے۔ اس دوران میں اقبال اور دیاوتی کی شادی ہو گئی۔ نیم کی حالت روز بروز اہتر ہوتی جا رہی تھی۔ ہم نے اپنی شادی کا حال کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا۔ نیم نے مجھ سے استدعا کی تھی کہ میں اس شادی ہی کو بھول جاؤں اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کروں۔ اسے سو فیصدی یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن اقبال اس کا ہو جائے گا۔ پھر ایک ایسا واقعہ ہو گیا جس نے نیم کی زندگی اور زیادہ تباہ کر دیا! دیاوتی جانتی تھی کہ نیم اقبال سے محبت کرتی ہے اور اب تک اس سے شادی کی آس لگائے ہے۔ اتفاق سے ایک دن اس کی نظر ہماری شادی کے سر ٹیکلیٹ پر پڑ گئی اور اس نے وہ ہار بھی دیکھا۔ نیم اس کی خوشامدیں کرنے لگی کہ وہ اس کا حال کسی کو نہ بتائے۔ آخر دیاوتی نے اسے بیک میل کیا۔ معاملہ اس پر طے ہوا کہ اگر نیم وہ ہار دیاوتی کو

دے دے تو اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرے گی۔ نیم نے ایسا ہی کیا۔ وہ اصل صدمات نے اس کی عقل ضبط کر لی تھی۔ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ وہ اقبال کی بیوی سے اقبال کا سودا کر رہی ہے۔ میرا دل اس کے لئے رو رہا تھا۔ مجھے اس سے نفرت نہیں ہوتی۔ اب مجھے اس سے گھبری ہمدردی ہو گئی تھی۔ ایک دن اس نے مجھے ہار کے متعلق بتایا اور کہنے لگی کہ اسے سخت شرمندگی ہے لیکن وہ اس کی نہ کسی طرح حاصل کر کے مجھے واپس کر دے گی۔ میں اس سے لاکھ کہتا رہا کہ میں اسے وہ ہار دے چکا ہوں۔ اب واپس نہیں لے سکتا لیکن وہ نہ مانی اور دیاوتی سے اس کا تقاضا کیا۔ دیاوتی نے اب اسے دوسرا پیٹ پڑھائی۔ اس نے اس سے کہا کہ وہ ولادت کے بعد ہی اقبال سے طلاق لے گی۔ اس طرح وہ بدناہی سے بھی پچھے گی اور اقبال جیسے نامحکوم آدمی سے چھپا بھی چھوٹ جائے گا۔ نیم پھر چپ رہی۔ اسے دیاوتی کی باتوں پر یقین آگیا۔ وہ تین دن تک وہ خوش نظر آتی رہی لیکن ایک شام پھر اس کا دماغ خراب ہو گیا اور وہ جھلاہٹ میں دیاوتی پر چل دکر پیٹھی۔ میں اسے دماغ کی خرابی سمجھا تھا لیکن جب میں اسے لے کر باہر آیا تو میں نے محسوس کیا کہ وہ نشے میں ہے۔ نہ معلوم کس چیز کا نشہ تھا۔ شراب کا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اچھی سے اچھی شراب بھی تھوڑی بہت بور کھتی ہے اور پینے والے کامن کھلتے ہی بہت زیادہ قریب کے لوگ اس کی بو محسوس کر لیتے ہیں۔ وہ کبھی شراب نہیں پیتی تھی میں نے اسے کبھی سگر بیٹ پیٹے بھی نہیں دیکھا تھا۔ پھر میں اسے روپ ٹکر پہنچا کر واپس چلا آیا۔ کچھ دنوں بعد ہماری پارٹی رام گذھ چلی آئی۔ نیم کی جگہ پروین کی خدمات حاصل کر لی گئیں۔ یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ نیم بھی ہمدرد اتعاقب کرتی ہوئی یہاں آئی ہے۔ اسے بس ایک دھن گلی ہوئی تھی کہ وہ کسی طرح ہیروں کا ہادر دیاوتی سے حاصل کر کے میرے حوالے کر دے۔ وہ بالی کیپ کے ہوشی میں تھبھری ہوئی تھی۔ میں جانتا ہوں کہ وہ پروین سے کیوں ملنا چاہتی تھی۔ وہ اس کے ذریعہ دیاوتی سے وہ ہار واپس یہاں چاہتی تھی۔

”تو کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نیم نے اسی ہار کے لئے دیاوتی کو قتل کیا۔“ ماصر نے کہا۔
 ”خدا بہتر جانتا ہے.... اس کے ہاتھ میں ہار کا ایک پھول کیسے ملا اور پھر اسے کس نے قتل کر دیا۔“ سعید آہست سے بڑا لیا۔
 ”ممکن ہے کوئی اور بھی اس ہار کی تاک میں رہا ہو۔ وہ جانتا ہو کہ نیم دیاوتی کو قتل کر کے وہ ہار اس سے لے گئی ہے اور پھر اس نے اسی کے لئے اسے قتل کر دیا ہو!“ ماصر نے کہا۔

ماختر بہت زیادہ پریشان نظر آ رہا تھا۔ فریدی بھی محسوس کر رہا تھا کہ ماختر ان سب سے پچھا چھڑا کر اس سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ پروین اور اقبال کے بھی بیانات قلمبند کرنے کے بعد ماختر، فریدی اور حمید کو تو اولیٰ کی طرف روشنہ ہو گئے۔ لیکن ماختر کا روایہ ان دونوں کے ساتھ کچھ ایسا تھا جیسے وہ انہیں حوالات میں بند کرنے کے لئے جارہا ہو۔

”اب کیا کیا جائے۔“ ماختر نے فریدی سے پوچھا۔

”ان میں سے کسی کو فی الحال گرفتار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ قاتل اسی پارٹی کا کوئی آدمی ہے۔“

”لیکن تم یا کیک جاوید افغان کیوں بن گئے تھے۔ بھی اس وقت تو تم نے کمال ہی کر دیا۔“

”اس سے بہتر اور کوئی طریقہ ہی نہیں تھا۔ اگر میں یہ نہ کرتا تو جاوید افغان کا پتہ چلتا دشوار تھا۔“

”کیوں؟“

”اگر تھوڑی دیر اور گذرتی تو سعید کا دماغ خراب ہو جاتا۔ وہ ایک نفسیاتی لمحہ تھا۔ میں اس کے پھرے پر ایسے آہاد دیکھ رہا تھا جو شدید قدم کی ذہنی کش کش کی پیداوار ہو سکتے تھے۔ اگر وہ تھوڑی دیر اور نہ بولتا تو اس کا پاگل ہو جاتا۔“ تھی دن سے گھستا رہا تھا میرے اس اچانک جھوٹ پر اس سے، جو فعل سرزد ہوا وہ قطعی اضطراری تھا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ اس پر ہشریائی قسم کا دورہ پڑا تھا۔“

”یار فریدی تم سچ جج....!“

”اب تمہارا کام یہ ہے۔“ فریدی اس کی بات کاٹ کر بولا۔ ”کہ تم روپ ٹکر کے جو ہری سے ہد کی خریداری کی تصدیق کرو۔ سعید کے پا سپورٹ کے ذریعے اس کا ثبوت فراہم کرو کہ وہ سچ جج جاوید افغان ہی ہے اور وہ پا سپورٹ نظری تو نہیں حالانکہ مجھے اس کے بیان میں کسی شے کی گنجائش نظر نہیں آتی پھر بھی ضابطے کی کارروائی ضروری ہے۔“

”اور اگر ان دونوں کے قتل میں اسی کا ہاتھ ہو تو۔“ ماختر نے کہا۔

”یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں ابھی اس کے متعلق کچھ نہیں سوچ رہا ہوں۔ میں اس فکر میں ہوں کہ نیم نے کون سانش استعمال کیا تھا۔“

”بھی کمال کر دی۔“ ماتھر قہقہہ لگا کر بولا۔

”نہیں میری جان یہ بہت ضروری ہے۔“ فریدی نے کہا اور سگار سلاکنے لگا۔

”لیکن حملے کے بعد بھی دیاوتی نے کسی کو نیم کے راز سے آگاہ نہیں کیا؟“ حید سوالیہ انداز میں بولا۔

”ایسا کرنے سے وہ ہار اس کے ہاتھ سے نکل جاتا۔“ فریدی نے کہا۔ ”کیا اقبال کا بیان تمہیں یاد نہیں کر اسے دیاوتی نے پولیس کی اطلاع دینے سے روک دیا تھا۔ وہ اس بیش قیمت ہار کو کسی طرح نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔“

تحوڑی دیر سک خاموشی رہی۔.... پھر فریدی بولا۔

”ماتھر تم سے ایک زبردست غلطی ہوئی۔“

”کیا....؟“

”ہار کے متعلق معلوم ہوتے ہی تمہیں پارٹی کے سارے افراد کے سامان کی تلاشی لئی چاہئے تھی۔“

”یاد کہتے تو تھیک ہو۔.... اب سکی۔“

”اب اس کا ہاتھ لگانا مشکل ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”خیر ایک کام کرو۔ سعید کے بیان پر تمہیں یقین ہو یا نہ ہو لیکن تم اس کا بیان اخبارات کو دے دو اور ساتھ ہی اس شہے کا بھی اظہار ہونا چاہئے کہ ان دونوں کا قائل جاوید افغان ہی ہے۔“

”اس سے کیا ہو گا۔“

”بھی یہ میرا بہت پرانا اصول ہے کہ میں اصل مجرم کو مطمئن کرنے کے بعد پکڑتا ہوں۔“

”تو کیا یہ حقیقت ہے کہ تم جاوید افغان کو مجرم نہیں سمجھتے۔“ ماتھر نے پوچھا۔

”غلطی نہیں۔“

”وجہ۔“

”اگر وہ ان کا قائل ہوتا تو اس پر ہشریا کا دورہ کبھی نہ پڑتا۔ اسے صرف خود کو بچانے کی فکر ہوتی دورے عموماً ذہنی سکھش کی حالت میں آیا کرتے ہیں۔ قائل ہر حال میں محتاط ہوتا ہے ایسے موقع پر اس کے ذہن میں ایک سے زیادہ خیالات نہیں ہوتے صرف ایک خیال۔.... کہ کسی طرح

خود کو بچالے اور اگر بغرض محال اس کا دماغ الٹا بھی ہے تو وہ ایسی صورت میں ہیش اقرار جرم کرتا ہے۔ باقی نہیں بتاتا۔“

قاتل کون

دوسرے دن رام گلڈھ کے سارے اخبارات میں جاوید افغان کی کہانی چھپ گئی اور پیر ادا نیز ہوٹل میں خاص طور پر سننی بھیل گئی تھی۔ اخبارات کے روپورٹر مزید اطلاعات کے لئے پارنی کے افراد کو ٹوٹ لئے پھر رہے تھے۔ جاوید افغان یا سعید اپنے کمرے میں بند ہو گیا اگر پولیس نے اس پر پابندی عائد نہ کی ہوتی تو شاید اس نے کبھی کا ہوٹل چھوڑ دیا ہوتا۔ اقبال اور شدت سے شراب پینے لگا تھا۔ پر وین بہت زیادہ خائن نظر آرہی تھی۔ پھر اسی دن جاوید افغان گرفتار کر لیا گیا۔ یہ بھی فریدی ہی کے اشارے پر ہوا لیکن وہ کسی بات کی کوئی وجہ نہیں بتا رہا تھا۔ حمید نے بہت کچھ پوچھنے کی کوشش کی لیکن اس نے کچھ نہ بتایا۔ حمید کے پیٹ میں چوہے کو درہ ہے تھے۔ آخر سے ایک تدبیر سو جھی۔ کیوں نہ فریدی کو غصہ دلایا جائے اس طرح وہ سب کچھ اگلے دے گا۔

دوپھر کا کھانا کھانے کے بعد فریدی آنکھیں بند کئے آرام کر کی پر پڑا تھا۔ حمید جانتا تھا کہ وہ سو نہیں رہا ہے۔

”کل تو آپ نے کمال ہی کر دیا۔“ وہ مسکرا کر بولا اور فریدی چونکہ کراس کی طرف دیکھنے لگا۔

”بھلا کیا ایک تھی۔“ حمید پھر بولا۔ ”آپ کی اس حرکت نے چھپتے کار ناموں پر پانی پھیر دیا۔ کسی گھنیا فلم کے پھر سے کردار کی طرح انٹھ کر فرماتے ہیں کہ میں ہوں جاوید افغان لا حول ولا قوۃ کل سے آپ کی صورت دیکھنے کو دل نہیں چاہتا۔“

”بکومت۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”نہیں مذاق نہیں! طبیعت بد مزہ ہو گئی۔ ایشیا کا مشہور معروف سراغ رسال ایسی بچکان حرکت کرتا پھر رے۔“

”بھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے برخوردار۔ بعض کیس ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں دماغ پر

زور دیتے کو دل نہیں چاہتا۔ ابھی آخری حرکت باقی ہے۔ اسے دیکھ کر تو تم اپنا سر ہی پیٹ لو گے۔"

"اگر فرض کجھے۔" حمید نے کہا۔ "ان میں جاوید افغان نہ ہوتا تو.... آپ کا وہ اندر ہیرے میں پھینکا ہوا تیر کس کے کلیجے کے پار ہوتا.... میرے یا آپ کے۔"

"اندر ہیرے میں پھینکا ہوا تیر! تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مجھے شروع ہی سے اس پر شبہ تھا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ میں نے تمہاری اور پردوین کی گنگلوشنے کے بعد تم سے کیا کہا تھا۔ بھی نہ کہ تم نے اس سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ دیاوتی پر جملے کے بعد سعید ہی کیوں نیم کو اس کی ماں کے پاس پہنچانے گیا تھا۔ اس کے بعد سے میں سعید اور نیم کے تعلقات کے متعلق چھان میں کرتا رہا تھا۔ پھر جب شادی کے سر شیفکیت والی بات معلوم ہوئی تو میرا شہبہ یقین کی حد تک پہنچ گیا۔ اب تم یہ کہو گے کہ آخر خود جاوید افغان بننے کی ضرور تھی۔ اس کا جواب میں کل ہی دے چکا ہوں۔ میں تجھ کہتا ہوں کہ اگر تھوڑی سی دیر اور ہو جاتی تو وہ یقیناً پاگل ہو جاتا اور اسی کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ اگر اچانک اس سے یہ کہہ دیا جاتا کہ جاوید افغان تم ہی ہو تو شاید اس کا ہدث فیل ہو جاتا۔ میرا وہ رو یہ قطعی نفیاتی تھا"

"مگر پارٹی کے سارے افراد ہم لوگوں کی طرف سے مخلکوں ہو گئے ہیں۔" حمید بولا۔

"ہاں یہ تو ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اچھا! پھر اب آپ نے اسے بند کیوں کر دیا ہے۔"

"محض اسی شے کو رفع کرنے کے لئے کم از کم جرم تو مطمئن ہو جائے گا۔"

"لیکن یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ وہ تینیں اسی پارٹی میں موجود ہے۔"

"تمہیں شاید یہ نہیں معلوم کہ میں محض سوچتا ہی نہیں رہا ہوں۔" فریدی سکرا کر بولا۔

"میں نے کچھ کام بھی کیا ہے۔"

"یعنی....؟"

"دیاوتی کے قتل کے بعد میں نے یہاں کی ٹیلی فون گرل پر ڈورے ڈالنے شروع کر دیتے ہیں۔"

"بڑا چھا کام کیا ہے۔ لیکن تو یہ ٹوٹی بھی ٹوٹوٹے ہوئے پیانے سے۔" حمید نہ کر بولا۔

"تم نہیں سمجھے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"میں نے اسے کچھ روپیہ دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ ہوٹل میں قیام کرنے والوں کی شیلیفون کالز کے متعلق باقاعدہ چارٹ تیار کرتی جایا کرے۔"

"یعنی اس سے فائدہ۔"

"عجیب الحص آدمی ہو۔ ارے بھی اس چارٹ سے مجھے معلوم ہوا کہ نیم جس رات کو قتل ہوئی تھی اس دوپہر کو کسی عورت نے سعید کو ٹیلی فون پر کال کیا تھا۔ وہ پارٹی کے کسی آدمی کی پہلی کال تھی اس لئے میں نے اسے خاصی اہمیت دی اور وہ میرے ذہن میں محفوظ رہ گئی۔"

"تو پھر....!" تو کوئی نہیں سنتے جاؤ۔ اسی رات کو جب مجھے پردوین کی زبانی نیم کے وجود اور اس سے متعلق واقعات کا علم ہوا تو میرزا ذہن فوراً اس ٹیلی فون کال کی طرف منتقل ہو گیا۔ ممکن ہے وہ نیم ہی رہی ہو؟ اس وقت تک ہمیں ہمارے متعلق کوئی علم نہیں تھا۔ میں نیم کے بچھے جملے اور دیاوتی کے قتل کے درمیان کی کڑیاں غلاش کرنے لگا۔ پھر دوسرے دن اس ہمارا کامعاظہ بھی سانے آگیا۔ میں نے کل شام کو ماحر کو اس ٹیلی فون کا قصہ بتایا۔ اس نے سعید سے پوچھا لیکن اس نے اس سے قطعی لا علی خاہر کی۔ اس نے بتایا کہ اس نے کسی عورت سے بات نہیں کی۔ رام گذہ میں نیم کے علاوہ کوئی اور عورت اسے جانتی ہی نہیں تھی۔ اگر اس نے نیم سے اس دن فون پر بات کی ہوتی تو میں اسے چھپاتا کیوں؟ دوسرے واقعات کے ساتھ اس کا بھی اظہار کر دیتا۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"لیکن ٹیلی فون گرل کا بیان ہے کہ کال ریسو کی گئی تھی۔ کسی نے اس عورت سے گفتگو کی تھی۔ سعید یا کسی اور نے کیونکہ اس نے اس کی طرف دھیان نہیں دیا تھا اور وہ سعید کو اچھی طرح پچانتی ہی تھی۔ جانتے ہو! اس کا کیا مطلب ہوا؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی دوسرے آدمی نے فون پر گفتگو کی کسی نعلیٰ سعید نے جو نہیں ہوٹل میں موجود ہے اور سعید سے واقف ہے اور اس عورت کو بھی جانتا ہے ورنہ اگر اس نے غلطی سے فون ریپور کیا تھا تو اس نے ٹیلی فون گرل کو یہ کیوں نہیں بتایا کہ وہ اس کی کال نہیں ہے یا پھر اسے سعید کو اس کی اطلاع دیتی چاہئے تھی۔"

اس نے سعید بن کراس عورت سے کوئی بات کی اور اسے اپنے بھک محمد درکھا۔ وہ کیا بات ہو سکتی تھی جس کا تعلق سعید کی ذات سے تھا لیکن کوئی دوسرا آدمی بھی اس میں دچپنے لے رہا تھا۔ شیلی فون گرل نے یہ بھی بتایا کہ اس کا خیال ہے کہ وہ گفتگو اسی رات کو کہیں ملنے والانے کے وعدے پر ختم ہو گئی تھی۔

حید خاموشی سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ فریدی بجھا ہوا سگار سلاکنے کے لئے رکا۔

”اب دیاوتی کے قتل کی طرف لوٹ آؤ۔“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ شیم نے ایک بار قاتلانہ حملہ کیا تھا لہذا تھوڑی دیر کے لئے ان لوک اس بار بھی وہ اسی کے حملے کا شکار ہوئی لیکن اب سوال نیت کا پیدا ہوتا ہے۔ تم سعید کی زبانی یہ بھی سن چکے ہو کہ وہ دیاوتی سے ہار حاصل کر کے اسے واپس کر دینے کے لئے کس قدر بے تاب تھی اس کا ضمیر جاگ اٹھا تھا۔ ممکن ہے اس نے کوئی اور صورت نہ دیکھ کر دیاوتی کو قتل ہی کر دیا ہو لیکن وہ اس بات کو بھی اچھی طرح سمجھتی رہی ہو گئی کہ اس پر شبہ ضرور کیا جائے گا کیونکہ ایک بار وہ اس پر حملہ کر چکی ہے لہذا قتل کا یہ مقصد نہیں ہو سکتا کہ وہ اس طرح دیاوتی کی جگہ خود لینا چاہتی تھی اس نے اپنے ضمیر کا بو جھ بکار نے کے سے اسے قتل کیا اور شاید سعید کو ہار واپس کر دینے کے بعد وہ اعتراف جرم بھی کر لیتی۔۔۔ خیر۔۔۔ اس نے سعید کو اس دوپھر فون کیا۔ شاید ہار واپس کر دینے کے لئے لیکن کسی ایسے شخص نے سن لیا۔ جو پہلے ہی سے اس ہار کی تاک میں تھا۔ اس نے اس سے وہ جگہ بھی معلوم کر لی جہاں ان دونوں کو ملنا تھا اور پھر اس نے اس سے وہ ہار حاصل کر کے اسے قتل کر دیا۔“

فریدی پھر خاموش ہو گیا۔

”لیکن وہ دوسرا آدمی کون ہو سکتا تھا۔“

”ٹھہر وہ! اتنی جلدی کسی تیجے پر ہنپنچے کی کوشش فضول ہے، ویسے ایک معمولی سی بات ہر ایک کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ یا تو وہ آدمی سعید کا تم نام ہے یا پھر اس کا نام بھی سعید کے نام سے ملتا ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ شخص غلطی سے سعید کے بجائے اسے بلا لایا۔“

”یا ایسی فون گرل کو یہ یاد نہیں کہ اس نے سعید کو بala نے کے لئے کے بھجا تھا۔“ حید نے پوچھا۔

”یہی تو دشواری آپڑی ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اسے قطعی یاد نہیں۔ ما تم نے نیجر کے

ذریعے سارے دیڑوں کو اکٹھا کر کے یہ سوال اٹھایا ہے مگر کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ سب نے لا علی خاہر کی۔ یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ ایسے معاملات میں تھوڑی رشوت دے کر منہ بند کیا جاسکتا ہے۔“

”بہر حال اس کا پتہ چناناد شواری معلوم ہوتا ہے۔“

”بس ایک اندر حاداً جس سے تمہیں طوفان میل اور ہنڑ والی سے لے کر آن سک ساری بلند پائیں یکخت یاد آ جائیں گی۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔
”یعنی۔“

”فی الحال وضاحت دشوار ہے۔“

”آخر پکج تو۔“

”شیم اور دیاوتی کے بھڑے کے متعلق سب سے پہلے پولیس کو کس نے مطلع کیا۔“ فریدی
نے اچاک پوچھا۔

”وحید نے۔“

”کس نام پر سعید کے نام کا دھوکا ہو سکتا ہے۔“

حید بے اختیار اچھل پڑا۔

”تو کیا وحید۔“

”محض شب ہے۔“

حید فریدی کی طرف دیکھنے لگا، جو بے خیالی میں سگار کے کش پر کش لئے جا رہا تھا۔ ”اور سنو“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ شیم نے قتل سے تھوڑی دیر پہلے برداشتی ہی تھی۔ برداشتی کی طرف اسی وقت میرا خیال گیا تھا سعید نے یہ بتایا تھا کہ نش کی حالت میں شیم کے منہ سے کسی قسم کی بو نہیں آتی تھی۔“

”لیکن آپ بار بار نش کا تذکرہ کیوں کرتے ہیں۔“ حید نے کہا۔ ”آخر اس سے اور ان حادثات سے کیا تعلق؟“

”ابھی پورا تعلق خود میرے ذہن میں بھی واضح نہیں ہے! لیکن کچھ نہ کچھ تعلق ضرور

”آخر آپ کس طرح اس نتیجے پر پہنچے۔“

”ویکھو تمہیں بیاد ہو گا۔ سعید نے حیم کے متعلق بتایا تھا کہ وہ سگریٹ تک نہیں چلتی۔ شراب تو بڑی چیز ہے اور اس روز اس نے پہلی بار حیم کو نشے کی حالت میں دیکھا تھا اور اس کا خیال یہ بھی ہے کہ دیاوتی پر حملہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ غالباً وہ نشے ہی تھا۔ خیر سے چھوڑو! سوال یہ یہاں ہوتا ہے کہ اس نے اچانک برداشتی کیوں استعمال کرتا شروع کر دیا۔“

”ممکن ہے اس سے پہلے استعمال کر رہی ہو۔“ حمید نے کہا۔

”یہ ناممکن ہے۔ سعید اسے بے طرح چاہتا تھا اور چاہئے والوں سے محبوباؤں کی کوئی بات چھپی نہیں رہتی۔ وہ ہر وقت ان کے متعلق سوچتے رہتے ہیں اور ان کے بارے میں سب کچھ جانتا چاہتے ہیں اور پھر اسکی صورت میں جب کہ ان کا آپس میں ہر وقت کا انتحا بیٹھنا تھا۔ یہ چیز کسی طرح نہیں چھپ سکتی تھی۔“

”اوہ.... تو چاہئے والوں کے متعلق یہ آپ کا ذاتی تجربہ ہے۔“ حمید نے مسکرا کر پوچھا۔
”غیر متعلق بات مت چھیڑو۔ میں اس حیم کی باتیں اکثر کتابوں میں پڑھ لیا کرتا ہوں مجھے اتنی فرصت کہاں کہ میں عشق کا تجربہ کروں۔“

”میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ صرف ایک بار۔“ حمید نے نہیں کر کہا۔

”شہ آپ.... ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اس نے برداشتی کیوں استعمال کیا۔ شراب بالکل سامنے کی چیز تھی۔ بعض ناکام آدمی نشے میں ڈوبے رہتا چاہتے ہیں، لیکن وہ عموماً شراب تی استعمال کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ برداشتی جیسا بے حد نشہ کیوں؟ اور پھر یہ کہ اچانک اس کا ذہن برداشتی تک کیسے پہنچا۔“

”تو آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟“ حمید نے آتنا کر کہا۔

”لیکن کہ وہ کون آدمی ہو سکتا ہے جس نے اُسے برداشتی سے روشناس کر لیا۔“

”اوہ نہ۔“ حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ ”آپ کو تو گھما پھرا کر سوچنے کی عادت پڑ گئی ہے۔ سعید آپ کے سامنے موجود ہے اور آپ ادھر ادھر بھکتے پھر رہے ہیں۔“

”سعید۔“ فریدی مسکرا لیا۔

”ہاں سعید! میں اس کہانی پر یقین کئے لیتا ہوں۔“ حمید نے کہا۔ ”لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ

بھی کہتا ہوں کہ سعید زرا فرشت نہیں ہو سکا۔ دیاوتی کی زندگی تک وہ یہ سوچتا رہا ہو گا کہ ایک نہ ایک دن نیم راہ راست پر آجائے گی۔ اسی لئے وہ انسانیت بر تارہ ایکن جب دیاوتی بھی ختم ہو گئی تو اس کی رقبات جاگ اٹھی۔ اس نے سوچا کہ کہیں اب تجھے نیم اقبال ہی کی نہ ہو جائے۔ اس لئے اس نے اسے قتل کر دیا۔ اس حتم کے معاملات اکثر محظا نہیں عاشقوں کے ہاتھوں قتل ہوتی دیکھی گئی ہیں۔"

"تمہاری یہ دلیل بھی غیر مناسب نہیں ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "مگر شاید ہمارے کے اس ایک پھول کو بخوبی رہے ہو جو مقتولہ کی مشی میں جکڑا ہوا ملا ہے۔ وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کسی نے وہ ہمارے اس سے چینیت کی کوشش کی تھی۔ آخر کار جدو جہد میں ہار ٹوٹ گیا اور ایک پھول مقتولہ کے ہاتھ میں رہ گیا۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ سعید ہی تھا تو سکھ کی ضرورت تھی۔ وہ نہایت اطمینان سے ہار حاصل کرتا۔ پھر اسے بقول تمہارے قتل کر دیتا۔ حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ شاید اب کسی تھی دلیل کے لئے ذہن پر زور دینے لگا تھا۔ دفعتاً وہ پھر فریدی کی طرف مخاطب ہوا جو کری سے انھ کر کھڑکی کے قریب کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کی پشت حمید کی طرف تھی۔ "تو پھر اس طرح اقبال کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکا۔" حمید نے کہا۔

"مگر ہم تو برابر ان کی مگر اپنی کرتے رہے تھے۔" فریدی نے مڑے بغیر جواب دیا۔

"نمیک ہے لیکن وہ پونگھنے تک ہوش سے باہر کیا کرتا رہا تھا اور پھر داہی پر اس نے نیم کے قتل کی خبر سنائی تھی۔"

"اور اب تم یہ بھی پوچھو کر اس نے خود ہی پولیس کو اطلاع کیوں دی تھی؟" فریدی حمید کی طرف مڑ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ "یہ بھی سوال کرو کہ اس نے فوراً انہی پر دین کو اس قتل کی بات کیوں بتا دی۔ سنو میاں حمید و قتی غصے کے تحت حملہ کرنے والے قاتل اس حتم کی حماقتوں کر سکتے ہیں۔ لیکن بوجپی بھی ہوئی اسکیم والے قتل کے راز ایسی آسانی سے نہیں ظاہر ہو جاتے۔ فرض کرو اقبال ہی قاتل ہے تو اسے یہ بات دو پھر ہی نے معلوم رہی ہو گی کہ نیم فلاں جگہ فلاں وقت ہر سمیت موجود ہو گی۔ کیوں..... سعید کی کال اس نے بریسیو کی ہو گی۔ اچھا! اسی دن پر دین نے بھی اُسے رام گذہ میں نیم کی موجودگی کے متعلق بتایا تھا۔ اب اگر اس کا ارادہ نیم کے قتل کا ہوتا تو وہ اسے ساتھ لے کر نیم کو علاش کرنے کا پروگرام بنانے کی بجائے اُسے کچھ اور سمجھا بجا

کر ٹال دیتا اور اگر فرض کرو کسی وجہ سے اس نے ایسا کہر ڈالا تو پر دین کو یہ بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ ابھی ابھی نیم کی لاش دیکھ کر آ رہا ہے اگر وہ اتنا ہی چالاک تھا کہ پر دین کو ساتھ لے کر نیم کو قتل کرنے کیا تھا.... تو پھر اسے فون پر پولیس کو اپنام بھی بتادیتا چاہئے تھا ورنہ ہو ٹل کی مالکہ تو اسے دیکھی چکی تھی۔ کبھی نہ کبھی اس کی مدد سے ضرور پکڑا جاتا.... اور پھر....!

”جہنم میں جائے۔“ حمید اکتا کر بولا۔ ”بس الجھت جائیے یہاں تو ساری تنفسی کر کری ہو کر رہ گئی۔ یہ کم بخت قاتل اور مقتول اس بُری طرح ہم سے چھٹ کر رہ گئے ہیں کہ کہیں نجات ہی نہیں ملتی۔“

”تو تم سے کون کہتا ہے۔“ فریدی نے گڈ کر کہا۔ ”جاو۔... لکلو یہاں سے جمل کے کنارے کئی لوفر قسم کی لڑکیاں تمہارا انتظار کر رہی ہوں گی۔ تم اس کو تنفسی سمجھتے ہو۔“

”تو اس میں گڈنے کی کیا بات ہے۔ آپ انہیں لوفر کہہ کر خواہ مخواہ میری تو ہیں کر رہے ہیں۔ ہر مرد کی تنفسی سبھی ہے بشر طیکہ وہ مرد ہو۔“

”اچھا اچھا مرد صاحب! اب تشریف لے جائیے، ورنہ مردود ہنادوں گا۔“
”نہیں جاتا۔“

”گٹ آؤٹ۔“ فریدی نے اسے دروازے کے باہر ڈکھا دے کر کو اپنے بند کر لئے۔

”اوے تو نہانے کا لباس تو لے لینے دیجئے۔“ حمید دانت پر دانت جما کر مسکراتا ہوا بولا۔

آخری حملہ

تن دن اور گذر گئے۔ اس دوران میں حمید کے مطابق فریدی اندر چیرے میں ہاتھ بیمار تارہ تھا۔ نہ جانے کس طرح اس کی جاوید افغان والی حرکت مشہور ہو گئی تھی۔ جب بھی وہ اپنے کمرے سے لکھا لوگ اسے گھور گھور کر دیکھنے لگتے اور پھر اس نے لوگوں میں اور ادھر پہنچ کر اسی دلچسپی کا روتارہ شروع کر دیا وہ کہتا کہ پولیس والوں نے مجھے خواہ مخواہ روک رکھا ہے۔ میں کسی طرح اس پابندی سے چھپا چھڑ دانا چاہتا ہوں۔ اگر میں پولیس کی مدد نہ کرتا تو کوئی فرشتے خال اس بات کا پتہ نہ لگا سکتے کہ جاوید افغان کون ہے۔ اور پھر وہ ذرا وحشی آواز میں کہتا۔ ”میرا دعویٰ

ہے کہ سبھی جاودید افغان اس کا قائل ہے۔ پولیس نہ جانے کس خط میں جھلائے۔ میں نے سنائے کہ وہ ہنمات پر رہا کر دیا جائے گا۔ ایسے آدمی کی تو کھال اڑادینی چاہئے۔ کبھی کبھی وہ ہوٹل کے فوجر کے خلاف پر پیکنڈ اشروع کر دیتا ہے کہ وہ اس قسم کی ڈانسٹک پارٹی سے معابدہ کر کے قیام کرنے والوں کی زندگی دو بھر کر دیتا ہے اور اگلے سیزن پر یقیناً یہ ہوٹل دیر ان نظر آئے گا۔ وغیرہ وغیرہ اس دوران میں پارٹی کے کئی آدمیوں سے بھی اس کی گہری دوستی ہو گئی تھی۔ کبھی کبھی وہ پر دین سی گنگوٹ کرتا ہوا پالیا جاتا تھا۔ لیکن حمید کو یہ قطعی معلوم نہ ہوا کہ وہ کس قسم کی گنگوٹ ہوتی تھی۔ اکثر پر دین حمید سے کہا کرتی تھی کہ اس کا ساتھی بہت دلچسپ آدمی ہے۔ لیکن اس نے یہ کبھی نہیں بتایا کہ اس میں دلچسپی کی کوئی بات ہے۔ حمید نے اس کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ کی۔ وہ بدستور جیبل میں نہاتا اور اپنے حسن کی نمائش کرتا رہا۔ دن بھر جیبل کے کنارے بھورے اور کالے بالوں کے ساتے میں لٹیا تو کوئی کتاب پڑھتا رہتا یا لڑکیوں کو تافیاں باختہ۔ رات ہوتی تو دو تین راؤنڈر مبایاد اڑانا پنے کے بعد سو جاتا۔ فریدی نے بھی اس کے مشاغل میں داخل نہیں دیا اور نہ وہ کبھی ان کیسیوں کے متعلق کوئی بات کرتا۔ حمید کو اس کی توقع تو ہو ہی نہیں سکتی تھی کہ فریدی ان سے ہاتھ اٹھائے گا۔ البتہ وہ اس خاموشی اور علیحدگی کو کسی بڑے واقعے کا پیش نیمہ ضرور سمجھتا تھا۔ بارہا ایسے موقع سے دوچار ہوتا پڑا تھا جب فریدی نے نہ صرف دوسروں کو یہکہ خود اسے بھی سوتے سوتے چونکا دیا تھا۔ آج کی شام حد درجہ خونگوار تھی۔ دن بھر آسمان سفید بادلوں سے ڈھکا رہا تھا اور اس وقت مطلع صاف ہو گیا تھا۔ البتہ افق میں گہرے بھورے بادلوں کی جمیں جبی ہوئی تھیں جن کے درمیان شوخ رنگوں کے لہریے بڑے سین لگ رہے تھے۔ جیبل کی نغمی نغمی لہروں میں سدا بھار درختوں اور مالتی کی جھاڑیوں کے عکس پھل رہے تھے۔ اس وقت جیبل کے کنارے خاصہ جماڑ تھا اور وہاں سے ہٹ کر پیش فرش کے قریب کی میزیں بھی بھری ہوئی تھیں۔ فریدی ڈانسٹک پارٹی کے تین چار آدمیوں کے ساتھ بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ یوں تو پارٹی اٹھائیں افراد پر مشتمل تھی لیکن یہ پارٹی کے اچھے فکار تھے اور فریدی زیادہ تر انہی کے ساتھ دیکھا جاتا تھا۔ ان میں کبھی کبھی پر دین اور اقبال بھی شامل ہوتے تھے۔ فریدی ان پر بے تحاش پیرس پھونکتا تھا۔ حمید اس قسم کی نشتوں میں عموماً فن کے متعلق گنگوٹ سا کرتا تھا اور پھر اسی دوران میں حمید پر یہ بات بھی آٹھکار ہو گئی کہ فریدی فن موسیقی کا بھی اگر ماہر نہیں تو ایک اول درجہ کا حلم ضرور ہے

ایک بار تو یونہی باتوں میں اس نے دائلن اخھالیا۔ پہلے تو وس کو یونہی ائمہ سید ہے جھکٹے دتا رہا جس پر کئی آرٹسٹ طبیری انداز میں مکرانے بھی تھے لیکن پھر جو اچانک ایک دھن چھیڑ کر اُسے گت میں لے آیا تو پارٹی کے والائیٹ و حید کامنے بھی حرمت سے کھل گیا۔ ارشاد اور نریندر نے تو اپنے سردھن پر رکھ دیئے! یہ دونوں کلارٹ بجاتے تھے، ان میں رنجیت بھی تھا، جو طبلہ بجا تا تھا۔ وہ تو اس قدر بے تاب ہوا کہ اس نے دوسرے ہی لمحے میں لپک کر جوڑی اخھالی اور حید یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ اس وقت نیم اور دیاوتی نے عالم ارواح میں رقص شروع کر دیا ہو گ۔ بہر حال پارٹی کے جو افراد کچھ دن چیخت فریدی کو مشتبہ سمجھ کر اس سے نفرت کرتے تھے وہی اس سے اس قدر کھل مل گئے تھے جیسے برسوں پرانی جان پچھا جان ہو! حید یہ سب دیکھا اور کبھی کبھی یہ سوچتا کہ اس بار فریدی کی نکلت لازمی ہے۔ وہ خواہ مخواہ تضییع اوقات کر رہا ہے بھرم اقبال یا سعید ہی میں سے کوئی ہو سکتا ہے یا پھر دونوں میں سے۔ اے یقین تھا کہ اقبال نے دیاوتی کو اس لئے قتل کیا کہ اس سے پچھا چھوٹ جائے اور سعید نے نیم کو اس لئے مار ڈالا کہ وہ اس کے خیال کے مطابق دیاوتی کے قتل کے بعد اس سے طلاق کا مطالبہ کرتی۔ کافی ختم کرنے کے بعد وہ سب اٹھے۔ فریدی اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں حید مل گیا۔ سب اپنے ساتھ لیتا گیا۔

”ہم بالی کیپ جا رہے ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”ہم لوگ سے مراد میں ہوں یا وہ لوگ بھی۔“

”وہ بھی جا رہے ہیں! میں آج یہ قصہ ختم کر دینا چاہتا ہوں۔“

”کون سا قصہ...!“ حید نے پوچھا۔

فریدی کوئی جواب دینے کی بجائے اپنا سوٹ پہننے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد خود بخود بڑھا لیا۔

”ناتم نے وہ چاروں رومائیز پہنچتے ہیں۔ میں اس وقت انہیں کیپ ریفر شو میں برداشت کیا۔“

”کیپ ریفر شو۔“ حید چوک کر بولا۔ ”وہی جہاں نیم تھہری ہوئی تھی۔“

”ہاں....!“ فریدی اپنے مخصوص انداز میں مکر لیا۔

”آخر اس سے فائدہ۔“

”تم خود دیکھ لو گے۔“ فریدی نے کہا۔ وہ تیار ہو گیا تھا۔ حید نے بھی جلدی جلدی کپڑے

تبدیل کئے اور اپنے پاپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"لیکن میں نہیں پیوں گا بر ما نینڈ ور دما نینڈ۔" حمید نے کہا۔

"اچھا اچھا....!" فریدی چڑ کر بولا۔ "جلدی سمجھتے۔"

وہ دونوں باہر آئے۔ چاروں ان کا انتظار کر رہے تھے۔ ہوٹل کے باہر لگل کر انہوں نے جیکسی کی اور بالی یکپ کی طرف روانہ ہو گئے۔ لیکن حمید نے وہ کار پیچان لی تھی کیونکہ اسی کار پر نیم کے قتل والی رات کو وہ اقبال اور پر دین کا تعاقب کرتے رہے تھے۔ حمید کا دل دھڑکنے لگا اور اسے فریدی پر پھر تاؤ آگیا۔ بالی یکپ پھٹک کر وہ یکپ ریفر شومیں داخل ہوئے۔

"یہاں تو کافی بھیڑ ہے۔" وحید نے کہا۔

"تو کیا تم اتنا یہ قوف سمجھتے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں نے اپنا یہ شوق پورا کرنے کے لئے یہاں ایک کرہ کرانے پر لے رکھا ہے۔"

"کیا شروع ہی سے۔" تزیدرنے پوچھا۔

"ہاں بھی! اس دلاری جان کو اپنے ساتھ نہیں رکھتا۔" فریدی سمجھی گی سے بولا۔ "اب اسی دن اگر پولیس میرے کرے کی تلاشی کے وقت اسے پاجاتی تو میں کہاں ہوتا۔"

"سرال میں۔" وحید نے کہا اور بے ذہنگی پن سے ہنسنے لگا۔

"ہم تو کئی دونوں سے ترس رہے تھے۔ ہمارے پاس جو اشک تھا اسے ہم نے تلاشی کے خوف سے اسی دن گڑھے میں بھا دیا تھا جس دن دیا واقعی قتل ہوئی تھی۔" رنجیت نے کہا۔

فریدی نے کرہ کھولا اور لیپ روشن کر دیا۔ چاروں طرف دھندی دھندی روشنی پھیل گئی۔ ایک بڑی میز کے گرد کئی کرسیاں پڑی تھیں وہ سب بینے گئے۔ فریدی نے الماری کھول کر پانچ چھوٹے چھوٹے گلاس لٹکائے۔

"پانچ ہی۔" ارشاد حمید کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "کیا یہ نہیں پیس گے۔"

"مجھے آج کل بچکس ہو رہی ہے۔" حمید گڑ گڑا کر بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا فریدی بھی بروما نینڈ پے گا۔ چند لمحوں کے بعد وہ بروما نینڈ پی رہے تھے۔ تزیدر نے نئے میں نیم کے قتل کا قصہ چھیڑ دیا اور کہنے لگا کہ وہ انہیں کروں میں سے کسی ایک میں رہتی تھی۔

"چھوڑ دیا رکھوں مزہ کر کر رہے ہو۔" کئی آوازیں آئیں۔ ان سب کی آنکھیں آہستہ

آہستہ بوجھل اور سرخ ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ سب بول رہے تھے وحید سب سے زیادہ شور مچا رہا تھا وہ بات بات پر اتنے وزنی قہقہے لگاتا چھیسے عمدہ حتم کے لطیفے سن رہا ہو۔ دھنٹاپت کی کھڑکی ایک چڑچڑاہٹ کے ساتھ کھل گئی اور مختڈی ہوا کار بیلا اندر گھس آیا۔ پھر اندر ہمیرے میں باہر ایک سرا بھرتا نظر آیا جس کے پس منظر میں ہاروں بھرا آسمان تھا۔ سب لوگ حیرت سے اور ہر دیکھنے لگے پھر پلے رنگ کی ہلکی روشنی میں کسی عورت کا چہرہ دکھائی دیا۔ یہ سب کے سب اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

”آپ کون ہیں اور کیا چاہتی ہیں؟“ فریدی نے تھامن لجھ میں پوچھا۔ حید کو ایسا محoso ہو رہا تھا جیسے اس نے کبھی اسے کہیں دیکھا ہو۔

”نیم۔“ ان میں سے کسی نے خوفزدہ آواز میں کہا اور پھر کریاں اللئے لگیں ایک پر ایک گرنے لگا مگر وحید اسی برابر گھورے جا رہا تھا اس کے ہونٹ میں رہے تھے اور لال لال آنکھیں الٹی پڑھی تھیں۔

”میں ہزار بار تمہیں قتل کر سکتا ہوں۔“ وہ اس طرح بڑ بڑا چھیسے خواب میں بول رہا ہو اور پھر قبل اس کے کہ فریدی سنجھا وحید کے ہاتھ میں ایک بڑا سا چاقو کڑکڑاہٹ کے ساتھ کھلتا ہوا نظر آیا۔ دوسرے لمحے میں وہ کھڑکی پھلانگ چکا تھا۔

باہر ایک نوافی چین نایا دی اور ساتھ ہی کئی آدمیوں کے دوڑنے کی آوازیں بھی آئیں۔

”جانے نہ پائے۔“ کسی نے چیخ کر کہا۔

حید نے پیچاں لیا۔ یہ ما تھر کی آواز تھی۔ فریدی بھی کھڑکی سے باہر چاکا تھا۔ حید اس کے پیچے بھاگا۔ کیا ہوا۔ ”فریدی نے چیخ کر پوچھا۔

”نکل گیا۔“ ما تھر ایک طرف ہاتھ انداز کر بولا۔ وہ بیچارہ شاید اپنی فربہ کی وجہ سے دوڑ نہیں سکا تھا۔

”لڑکی“ فریدی نے بے تھاش پوچھا۔

”ٹھیک ہے۔ بخیریت ہے۔“

فریدی دوڑنے لگا۔ حید بھی اس کے پیچے دوڑ رہا تھا۔ ایک جگہ اچاک وہ خوکر کھا کر گرو۔

پھر اسے کچھ یاد نہیں کہ کیا ہوا۔

دوسرے دن وہ اپنے کمرے میں پڑا پیشائی پر بند گئی ہوئی پئی پر ہاتھ پھیر رہا تھا اور پروین اس پر جگی ہوئی تھی۔

”کیا میر اساتھی ابھی نہیں آیا۔“ حمید نے اس سے پوچھا۔

”نہیں۔“ پروین نے کہا۔ ”لیکن آپ زیادہ باتیں مت سمجھئے۔“

”وہ پکڑا گیا یا نہیں۔“

”کیوں نہیں۔“ پروین نے کہا۔ ”ارے آپ اسی سے ٹھوکر کھا کر تو گرے تھے۔“

”ٹھوکر کھا کر۔“

”ہاں..... وہ پہلے نش کی جھوک میں گر گیا تھا۔ آپ کے ساتھی اور دوسرے پولیس والوں نے اسے گرتے نہیں دیکھا۔ اسی لئے وہ اندر حادھنڈ آگے بھاگتے چلے گئے اور آپ نے اتفاق سے اسی سے ٹھوکر کھائی۔“

”میر اساتھی یہاں کب سے نہیں آیا۔“ حمید نے پوچھا۔

”وہ ابھی آئے ہی نہیں۔“

”اچھا.... دیکھوں گاؤ۔“ حمید دانت پیس کر بولا۔ ”لیکن تم یہاں کیوں آئی ہو۔“

”آپ کی دیکھ بھال کے لئے۔ دیسے میں آپ لوگوں کے احسان سے کبھی سبکدوش نہ ہو سکوں گی۔“

”وہ عورت کون تھی۔“ حمید نے پوچھا۔

”میں! آپ کے ساتھی نے مجھے اس کے لئے تیار کیا تھا اور مجھ پر نیم کامیک اپ کر کے ما تھے صاحب کے ساتھ پہلے ہی یکپر ریفر شو میں پہنچوادیا تھا اور پھر اگر ما تھر صاحب اس وقت میرے ساتھ نہ ہوتے تو اس کم بخت نے مجھے بھی مارڈا لاتھا۔“

”پکھو اور بھی حالات معلوم ہوئے۔“ حمید نے پوچھا۔

”نہیں اور تو پکھو بھی نہیں۔“

”اقبال کا کیا حال ہے۔“

”اس وقت بھی نئے میں ہو گا۔“ پروین بیزاری سے بولی۔ ”اب کسی طرح اس پارٹی سے چھپا

چھوٹ جاتا..... تو بہتر تھا۔“

"سب تھیک ہو جائے گا...." حمید اس کے باٹھ پر باٹھ رکھتا ہوا بولا۔ "میرا ساتھی بچھے تھیک کر لے گا۔ ایک کیا ہزار معاہدے تڑا سکتا ہے! وہ بہت بڑا آدمی ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔" پروین مسکرا کر بولی۔ "وہ مجھے بتا سکے ہیں۔ کئی دنوں سے جانتی ہوں۔ درنہ میں اس خطرناک ذرا سے میں حصہ نہ لیتی۔ دودھ کا جلا چھاچھ بھی پھونک کر پیتا ہے۔"

"میں۔" حمید نے کہا اور بچھے سوچنے لگا۔

"کل رات کو برا لف آیا۔" پروین تھوڑی دیر بعد بولی۔

"کیا....؟" حمید نے پوچھا۔

"رام سنگھ کو اس کی اطلاع نہیں تھی۔ ماہر صاحب اپنے ساتھ چند خاص آدمیوں کو لائے تھے۔ رام سنگھ نہ جانے کیوں پہلے ہی سے آپ لوگوں کے بیچھے پڑا ہوا تھا۔ کل جب آپ یکپر ریفر شو کے لئے روانہ ہوئے تھے وہ آپ کے بیچھے لگا ہوا تھا۔ اتفاق سے وہ وہاں بہت دیر میں پہنچا۔ اس وقت جب فریدی صاحب و حمید کے بیچھے دوڑ رہے تھے۔ راستے میں رام سنگھ سے مدد بھیڑ ہو گئی۔ فریدی صاحب اندر ہیرے میں آگے بڑھتے چلے گئے اور ہر ماہر صاحب نے آپ کو گرد کیے گیا۔ وہاں پہنچنے تو وحید بھی مل گیا، جو نئے میں ڈھیر تھا۔"

تھوڑی دیر میں رام سنگھ بھی منہ ب سورتا ہوا وہاں آپ پہنچا۔ آپ کو دیکھتے ہی کہنے لگا۔ "چلو ایک تو پکڑا آگیں۔"

حمدید پہنچنے لگا۔

"اور پھر فریدی صاحب کی واپسی پر وہ پھر ان پر جھیٹنے لی جا رہا تھا تو ماہر صاحب اپنی بھی کسی طرح نہ روک سکے۔ وہ بھی بڑے دلپیچہ آدمی ہیں۔ انہوں نے اسے اس وقت تک کچھ نہیں بتایا تھا اور اس وقت کا تو پوچھنا ہی کیا جب یہ راز کھلا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نے رام سنگھ کے منہ پر کالک لگا کر اسے گدھے پر سوار کر دیا ہو۔" یہ باتیں ہوری تھیں کہ برآمدے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی اور فریدی کمرے میں داخل ہوا۔ حمید اب انھوں کو بینٹھ گیا۔

"اب تشریف لائے ہیں آپ۔" حمید منہ سکوڑ کر بولنا۔

"بھی کیا بتاؤں بوی مشکل سے اس نے اقبال جرم کیا ہے۔" فریدی ایک کرسی پر بینٹھ کر

پیشانی سے پسند پوچھنے لگا۔ پھر پروین کی طرف دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔

"لو.... بے بی.... اس نے میرے لئے جنم دھاڑ تو نہیں مجاہی۔ میں نے جھیں یہاں نہ رہنے کے لئے کہہ تو دیا تھا لیکن سوچ رہا تھا کہ یہ جھیں بہت پریشان کرے گا۔ پچھے ہے تا۔ ذرا کی تکلیف میں آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے۔"

حید اپنا انکو مٹا چوتنے لگا اور پروین بے اختیار نفس پڑی۔ پھر تھوڑی دیر بعد فریدی ان دونوں کی حرمت سے پچھلی ہوئی آنکھوں کی زد میں بیٹھا نہیں وحید کی رو ردا سارا تھا۔

"وحید ہی نے دیاوتی کو بھی قتل کیا تھا اور قتل کا باعث وہی نیم والاہار تھا سے زیادہ حرمت انگیز بات یہ ہے کہ دیاوقتی نے جس پچھے کا باپ اقبال کو نہبر لیا وہ دراصل وحید کا تھا۔ اس کے اور دیاوتی کے پرانے تعلقات تھے جن کا علم کسی کو نہیں تھا۔ دوسری طرف وہ اقبال کو بھی خوش کرتی رہتی تھی۔ اس واقعہ کے بعد اس نے وحید سے کہا کہ وہ اس سے شادی کر لے لیکن وہ صاف انکار کر گیا۔ اس نے عدالت کی دھمکی دی اور وحید نے کہا کہ وہ بدنتایی سے نہیں ڈرتا۔ اس پر دیاوتی نے اپنی بدنتایی سے بچنے کے لئے وحید کی بلا اقبال کے سر منڈھ دی۔ چور اس کے دل میں بھی موجود تھا۔ اس لئے وہ بچنے کیا۔ حالانکہ اسے اس پر شبہ تھا۔ اسی دوران میں وحید نے نیم والاہار دیاوتی کے پاس دیکھ لیا اور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے دیاوتی کو بیک میل کرنا شروع کر دیا۔ اس نے اسے دھمکی دی کہ اگر وہاڑ اسے نہیں دے گی تو وہ اقبال کو اس پچھے کے متعلق ہتادے گا۔ دیاوتی اس پر بھی نہ مانی تو اس نے ایک دن نیم کو برداشت پلا کر دیاوتی کے خلاف اس قدر بھڑکایا کہ وہ اسے قتل کرنے پر آمادہ ہو گئی لیکن اس کا حملہ تاکامیاب رہا تھا۔ پھر پارٹی یہاں پہنچی آئی۔ وحید بدستور ہمار پر قبضہ کر لینے کی دھن میں لگا ہوا تھا۔ پھر معلوم نہیں کس طرح دیاوتی نے وہاڑ نیم کو واپس کر دیا شاید وہ اس دن نیم کا انتظار کر رہی تھی۔ اسی لئے میں نے تم سے کہا تھا کہ جس کا وہ انتظار کر رہی تھی وہ یا تو اس کا شوہر ہو سکتا تھا یا کوئی آشنا یا پھر کوئی عورت۔ غالباً وحید اس وقت پہنچا جب نیم ہمارے کر واپس جا پچکی تھی۔ اس نے دیاوتی سے بھی پھر ہمار کا مطالبہ کیا۔ اس پر دیاوتی نے اسے ہمارے متعلق سب کچھ صحیح صحیح ہتادیا۔ اسے یقین نہیں آیا اور اس نے غصے میں اسے قتل کر دیا۔ دوسرے دن جب نیم قتل ہوئی اسے ایک دیگر ٹیکی فون کا ل رسیو کرنے کے لئے بلا کر لے گیا تھا۔ اس نے حقیقتاً وحید کو سعید سمجھا تھا۔ بہر حال فون پر نیم

بات کر رہی تھی۔ اس نے سعید کے دھوکے میں اسے ہار کے حاصل کر لینے کا واقعہ بتایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ بالی کیمپ کے ریفرشومنیں نغمہ رہی ہوئی ہے۔ وحید نے اس سے کہا کہ وہ رات کو قریب کی چنانوں کے درمیان اسے ملے گا اور پھر اس نے اسے بھی قتل کر دیا۔ وہ اُسے پچان گئی تھی اس لئے اسے ہار حاصل کرنے کے لئے تھوڑی دیر تک اس سے دھینگا مشتی بھی کرنی پڑی۔ بہر حال اس نے اسے قتل کر دیا۔ ہار کو اس نے جبیل کے کنارے دفن کر دیا تھا جسے برآمد کر لیا گیا ہے۔

”تحوڑی دیر خاموشی رہی۔“

”مگر اس بار آپ نے بہت بڑے بڑے شعبدے دکھائے ہیں۔“ ”حید نہیں کر بولا۔

پروین اس طرح خاموش بیٹھی تھی جیسے بت بن گئی ہو۔

”کیوں؟“ فریدی اس کی طرف مڑا۔ ”تم کیا سوچ رہی ہو؟“

”نہ جانے کیوں مجھے بھی اپنی موت سامنے دکھائی دے رہی ہے۔“ پروین آہستہ سے بولی۔

”بہت! مژو دن نہیں۔“ فریدی سمجھی گی سے بولا۔ ”میں اقبال سے سارے معاملات طے کر لوں گا اگر وہ نہ مانے گا تو پھر دوسرا استھان اختیار کیا جائے گا۔“

پروین نے کوئی جواب نہ دیا۔

”میں تمہیں کسی آفس میں کوئی اچھی سی جگہ دلا دوں گا۔ فکر مت کرو۔“ فریدی نے سگار

سلکاتے ہوئے کہا۔

”اچھا بجا کر آرام کرو۔ تم بھی رات سے جاگ رہی ہو۔“

پروین چلی گئی۔ حید کے ہاتھ آہستہ آہستہ دعا کے لئے انحر ہے تھے۔

”کیوں یہ کیا؟“ فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

”مر نے سے پہلے۔“ حید کراہ کر بولا۔ ”خداۓ قدوس سے ایک انجا کرتا چاہتا ہوں۔“

”میا؟“

”یہی کہ اسی پروین سے آپ کی محبت ہو جائے تاکہ کم از کم چھٹیوں کا زمانہ تو سکون کے ساتھ گزرے۔“ حید نے منہ بسور کر کھا اور فریدی نے اس کی پینچھے پر ایک زور دار دھول جادوی۔

ختم شد